تعارفِ اُردو

آٹھویں جماعت کے لیے

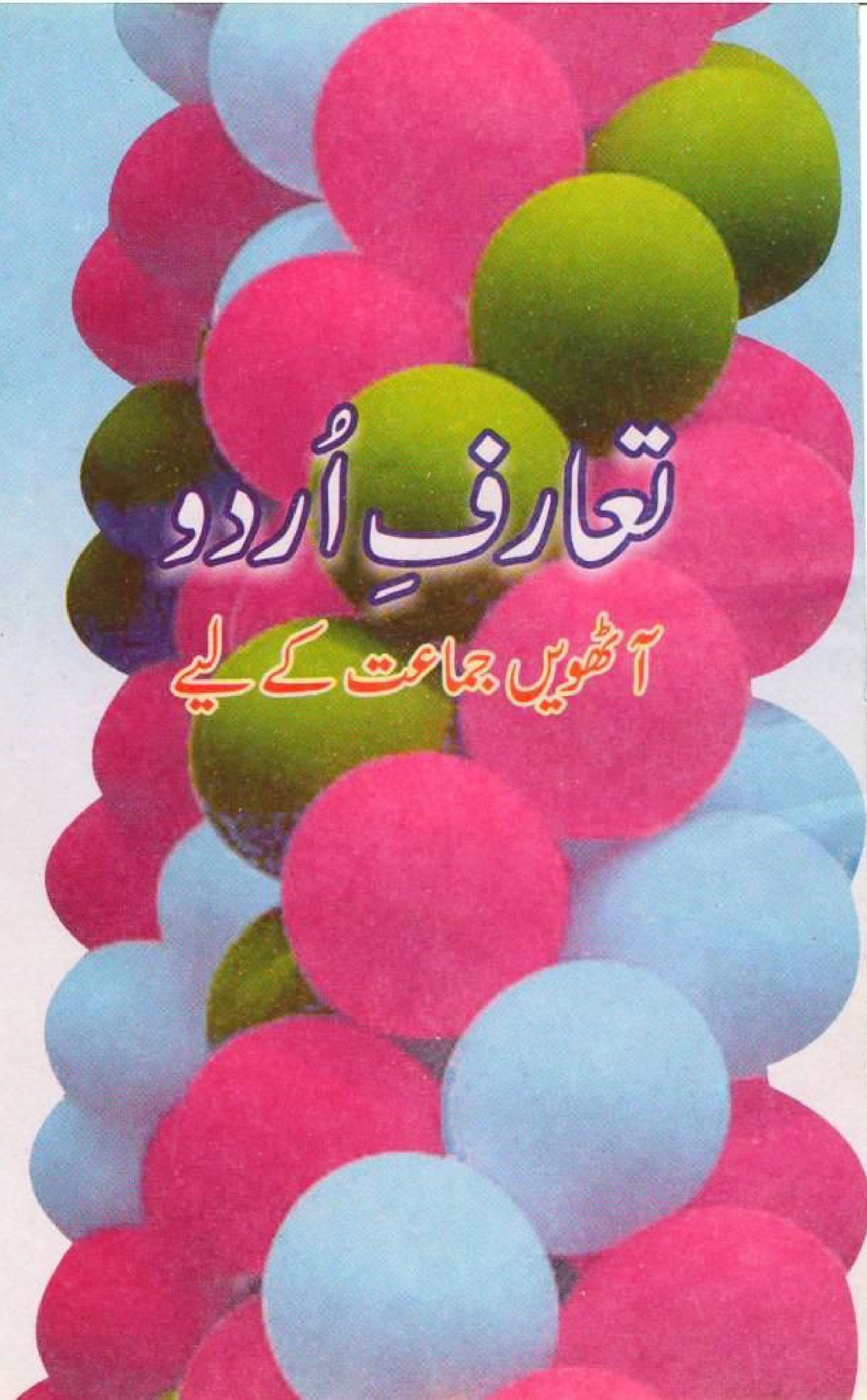

پیش لفظ

ریاستِ مہاراشٹر کے تعلیمی نصاب ۲۰۰۴ء کی روشنی میں درسی کتب کو از سرِ نو مرتب کیا گیا ہے۔ مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل نے ریاست میں پانچویں سے آٹھویں جماعت میں ثانوی زبان کی حیثیت سے اُردو سیکھنے والے طلبہ کے لیے درسی کتب 'تعارفِ اُردو' سلسلہ وار شائع کی ہیں۔ اس سلسلے کی یہ چوتھی کتاب آٹھویں جماعت کے طلبہ کے مطالعہ کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

چونکہ ثانوی زبان کی حیثیت سے اُردو سیکھنے والے طلبہ انگریزی، مراٹھی، سندھی، گجراتی، کنڑ اور تیلگو اسکولوں میں زیرِ تعلیم ہیں، اس لیے زیرِ نظر کتاب کے اسباق کے انتخاب میں اور اس کی مشقیں تیار کرنے میں یہ خاص خیال رکھا گیا ہے کہ طلبہ میں اُردو زبان سیکھنے کا شوق قائم رہے۔ اس میں دلچسپ اور معلوماتی مضامین، کہانیاں اور نظمیں شامل کی گئی ہیں اور مشقوں میں پڑھنے، لکھنے اور زبان کی مہارتیں سیکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ اسباق اخلاقی خوبیوں اور آدابِ زندگی جیسے موضوعات سے متعلق ہیں تاکہ طلبہ اُردو زبان کے مزاج، آداب اور تہذیب سے آشنا ہو جائیں اور مشترکہ تہذیب کی اہمیت ان پر واضح ہو جائے۔

اس کتاب کو مرتب کرتے وقت اساتذہ کی آراء پر غور کیا گیا اور اس کی روشنی میں اس مسودے میں مناسب تبدیلیاں کر کے اس کو آخری شکل دی گئی۔ اُردو لسانی کمیٹی کے اراکین نے اس کی ترتیب میں خصوصی تعاون کیا ہے۔ ادارۂ بال بھارتی ان تمام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ ادارہ عائشہ شیخ، رفیق گلاب، خان عارفہ نوید الحق اور داؤد عبدالغفار کوٹورکا بھی شکر گزار ہے جنھوں نے کمیٹی کے اراکین کے ساتھ تعاون کیا۔

اُمید ہے طلبہ، والدین اور اساتذہ اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

پونہ

مؤرخہ : ۳۱؍جنوری ۲۰۰۹ء

مطابق ۴؍صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

وِدیک اُتم گوساوی

کارگزار ڈائرکٹر

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

محکمۂ تعلیمات کا منظور شدہ تحت نمبر:
پرش س/۱۰-۲۰۰۹ء/منظوری-تعارفِ اُردو/ (۴۰) ۱۲۶۷۴ مؤرخہ: ۶/جولائی ۲۰۰۹ء

کمپوزٹ کورس کی اُردو کتاب

تعارفِ اُردو

آٹھویں جماعت کے لیے

۲۰۰۹ء

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو ایک خود مختار، سماج وادی، غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں.......

انصاف: سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی: خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت (کی)

مساوات: بہ اعتبار حیثیت اور موقع

اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

(ترجمہ: ترقی اردو بیورو کی کتاب سے)

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گوناگوں ورثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔ میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

فہرست

۱۔	حمد	(نظم)	--	۱
۲۔	بچوں سے محبت		نعیم صدیقی	۳
۳۔	بڑھیا کا چراغ		--	۸
۴۔	بارش	(نظم)	تلوک چند محروم	۱۲
۵۔	سبکتگین اور ہرنی		--	۱۴
۶۔	نیاگرا آبشار		نواب ظہیر الدین خاں	۱۸
۷۔	آدمی نامہ	(نظم)	نظیر اکبرآبادی	۲۳
۸۔	چچا چھکّن کی عینک		امتیاز علی تاجؔ	۲۵
۹۔	اونچے لوگ		محمد حسن فاروقی	۳۱
۱۰۔	غزل	(نظم)	مرزا غالبؔ	۳۸
۱۱۔	خط		قاسم رضا	۴۰
۱۲۔	بیگم حضرت محل		مسز نور العین علی	۴۳
۱۳۔	انسانی ہمدردی	(نظم)	سیّد معقول احمد ندیم	۴۷
۱۴۔	آخری بس		کرشن چندر	۴۹
۱۵۔	نیشنل ڈیفنس اکیڈمی		بشیر احمد انصاری	۵۷
۱۶۔	پرندے کی فریاد	(نظم)	علامہ اقبالؔ	۶۳

۱۔ حمد

اے خالقِ کون و مکاں محتاج ہم ، تو مہرباں
یہ چاند ، سوُرج اور زمیں ہیں کتنے دلکش اور حسیں
یہ ننھّے تاروں کی چمک یہ سات رنگوں کی دھنک
یہ ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی یہ مسکراتی چاندنی
یہ خوُب صوُرت وادیاں یہ جھیل اور یہ ندّیاں
یہ لہلہاتی کھیتیاں یہ گاؤں اور یہ بستیاں
یہ دِل لُبھاتے سبز باغ ہے مست ، خوُش بوُ سے دماغ
یہ پیڑ ، پودے اور پھوُل ہر شے پہ رحمت کا نزوُل

اِن سب میں تیرا نوُر ہے
اِن سب میں توُ مستوُر ہے

کون و مکاں – کائنات، دنیا
محتاج – ضرورت مند
نزوُل – نازل ہونا، اُترنا
ہر شے پہ رحمت کا نزوُل – ہر شے سے خدا کی رحمت ظاہر ہوتی ہے
تیرا نوُر ہے – تیرا جلوہ ہے، تیری قدرت نظر آتی ہے

ان سب میں تو مستوٗر ہے	ان تمام چیزوں میں تو چھپا ہوا ہے، سب میں تیری حکمت ہے، تیری کاریگری ہے

مشق

(الف) جواب لکھیے:

۱۔ کن الفاظ سے حمد شروع کی گئی ہے؟

۲۔ شاعر نے مہربان خالق کے سامنے خود کو کیا کہا ہے؟

۳۔ شاعر نے ٹھنڈی روشنی کسے کہا ہے؟

(ب) ان اشعار کا مطلب اپنے جملوں میں بیان کیجیے:

یہ پیڑ، پودے اور پھوٗل
ہر شے پہ رحمت کا نزوٗل

اِن سب میں تیرا نوٗر ہے
اِن سب میں توٗ مستوٗر ہے

(ج) اس حمد میں شاعر نے کن قدرتی چیزوں کا ذکر کیا ہے؟

* آہستہ آہستہ مگر مسلسل چلنا کامیابی کی علامت ہے۔
* حکمت و دانائی مفلس کو بادشاہ بنا دیتی ہے۔
* علم تمھاری ایسے حفاظت کرتا ہے جیسے ماں بچّے کی۔

۲۔ بچّوں سے محبّت

نعیم صدیقی

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بچّوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ ننھّے بچّے آپؐ کے پاس لائے جاتے تو ان کو گود میں لے لیتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور دعا فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک معصوم بچّے کو پیار کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا، "یہ بچّے تو خدا کے باغ کے پھوُل ہیں۔"

آپؐ بچّوں کو قطار میں جمع کر کے ان کی دوڑ لگواتے کہ دیکھیں پہلے کون ہمیں چھوُ لیتا ہے۔ بچّے دوڑتے ہوئے آتے تو کوئی سینے پر گرتا، کوئی پیٹ پر۔ جب کبھی آپؐ بچّوں کے پاس سے گزرتے تو خود ان کو سلام کرتے۔

حضرت انسؓ چھوٹے سے بچّے تھے اور آپؐ ہی کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ آپؐ کبھی کبھی محبّت سے ان کو 'اے دو کانوں والے' کہتے۔ عبداللہؓ ابن بشیر جب چھوٹے تھے تو ان کی والدہ نے ان کے ہاتھ حضوُرؐ کے لیے انگوُر بھیجے۔ میاں صاحب زادے راستے میں انگوُر کھا گئے۔ بعد میں جب معاملہ کُھلا تو آپؐ نے عبداللہ کا کان پکڑ کر پیار سے کہا، "او دھوکے باز، او دھوکے باز۔" آپؐ کی عادت تھی کہ فصل کا میوہ پہلی بار آتا تو جو سب سے کمسن بچّہ ہوتا اسے دے دیتے۔

جب آپؐ سفر سے تشریف لاتے تو جو بچّہ راستے میں ملتا اسے سواری پر بٹھا لیتے، چھوٹا ہوتا تو آگے اور بڑا ہوتا تو پیچھے۔ بچّیوں سے بھی آپؐ بڑی محبّت سے پیش آتے۔ ایک دفعہ خالدؓ بن سعید آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی لڑکی

بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ سرخ رنگ کا کُرتا پہنے ہوئے تھی۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا، "بہت اچھا، بہت اچھا۔" ایک مرتبہ آپؐ کے پاس سیاہ چادر آئی۔ آپؐ نے لوگوں سے کہا، "یہ چادر کس کو دوں؟" لوگ چپ رہے۔ آپؐ نے فرمایا، "خالد بن سعید کی لڑکی کو لاؤ۔" وہ آئی تو آپؐ نے اس کو چادر اُڑھائی اور فرمایا، "اِسے اوڑھنا اور پُرانی کرنا۔"

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی تھیں۔ اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا۔ صرف ایک کھجور تھی۔ وہی اُٹھا کر دے دی۔ عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں لڑکیوں میں برابر تقسیم کر دیے۔ جب رسولِ کریمؐ باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ قصّہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا، "جو ماں اپنی اولاد سے محبّت کرتی ہے اور ان کا حق ادا کرتی ہے وہ دوزخ سے بچ جاتی ہے۔"

جب آپؐ مکّے سے ہجرت کر کے مدینے میں داخل ہو رہے تھے تو انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دف بجا کر اور گیت گا کر آپؐ کا استقبال کر رہی تھیں۔ آپؐ ان کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے رُک کر ان سے پیار بھری باتیں کیں۔ ان سے پوچھا، "کیا تم مجھے چاہتی ہو؟" انھوں نے کہا، "جی ہاں۔" آپؐ نے فرمایا، "میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔"

حضورؐ کو اپنی اولاد سے بڑی محبّت تھی۔ آپؐ کے ایک فرزند کا نام حضرت ابراہیمؑ تھا۔ وہ مدینے سے کچھ دُور ایک بستی میں پرورش پا رہے تھے۔ حضورؐ ان کو

دیکھنے کے لیے مدینہ سے پیدل تشریف لے جاتے۔ گھر میں دھواں بھرا ہوتا تب بھی وہاں بیٹھتے اور بچّے کو گود میں لے کر پیار کرتے۔ آپؐ اپنے نواسوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بہت چاہتے تھے۔ ان کو گود میں لیتے، انھیں کندھوں پر سوار کرتے، ان کے لیے گھوڑا بنتے۔

ایک بدوی نے آپؐ کو جناب حسنؓ کا بوسہ لیتے دیکھا تو تعجب سے کہا، "میرے تو دس بیٹے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔" آپؐ نے فرمایا، "جو رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔" حضورؐ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جو محبّت نہیں کرتا خدا بھی اس سے محبّت نہیں کرتا۔

صلی اللہ علیہ وسلم	-	اسے مختصر طور پر ؐ لکھتے ہیں۔ اس کا مطلب ہوتا ہے 'آپؐ پر خدا کی سلامتی ہو۔'
ابن	-	بیٹا
ابنِ بشیر	-	بشیر کا بیٹا
خالدؓ بن سعید	-	سعید کے بیٹے خالد
انصار	-	مددگار، مدینے کے وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کے بعد حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی مدد کی تھی
فرزند	-	بیٹا
پرورش	-	پالنا پوسنا
بدوی	-	دیہاتی عرب

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ ہمارے رسولؐ نے بچّوں کے متعلق کیا فرمایا ہے؟

۲۔ فصل کا میوہ پہلی بار آتا تو حضوؐر کیا کرتے؟

۳۔ حضوؐر کے پاس سیاہ چادر تحفے میں آئی تو آپؐ نے کیا کِیا؟

۴۔ مدینے میں حضوؐر کا اِستقبال بچّیوں نے کس طرح کِیا؟

۵۔ بدوی سے حضوؐر نے کیا فرمایا؟

(ب) ذیل کے ہر سوال کا جواب دو یا تین جملوں میں لکھیے:

۱۔ ہمارے رسولؐ بچّوں سے کس طرح پیش آتے تھے؟

۲۔ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئی ہوئی عورت کے متعلق حضوؐر نے کیا ارشاد فرمایا؟

۳۔ کس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسولؐ کو اپنے بیٹے سے بے حد محبت تھی؟

۴۔ حضوؐر اپنے نواسوں سے کس طرح محبّت کا اظہار کرتے تھے؟

(ج) قوسین میں دیے ہوئے لفظوں کی مدد سے ذیل کے جملوں کو مکمل کیجیے:

(قطار ، اولاد ، استقبال ، پرورش)

۱۔ جب صدر صاحب جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو سب نے کھڑے ہو کر ان کا .... کِیا۔

۲۔ ماں باپ اپنی .... سے بہت محبّت کرتے ہیں۔

۳۔ ریل کا ٹکٹ خریدنے کے لیے لوگ .... میں کھڑے تھے۔

۴۔ ندیم کی .... اس کے چچا نے کی۔

(د) نیچے کے ستون 'الف' میں کچھ نام دیے گئے ہیں اور ستون 'ب' میں وہ جملے ہیں جو حضورؐ نے ان کے متعلق کہے تھے۔ ستون 'الف' کے ہر نام کے سامنے دیے ہوئے قوسین میں صحیح جملہ دِکھانے والا حرف لکھیے:

ستون 'الف'			ستون 'ب'
۱۔ حضرت انسؓ	( )	(الف)	اسے اوڑھنا اور پُرانی کرنا
۲۔ عبداللہؓ بن بشیر	( )	(ب)	اے دو کانوں والے
۳۔ خالدؓ بن سعید کی لڑکی	( )	(ج)	او دھوکے باز، او دھوکے باز!
۴۔ مدینہ کی لڑکیاں	( )	(د)	یہ بچّے تو خدا کے باغ کے پھول ہیں۔
	( )	(ہ)	میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔

☆ آپ جانتے ہیں کہ کسی چیز، جگہ یا شخص کے نام کو 'اِسم' کہتے ہیں۔ مثلاً باغ، رسول، ابراہیم، چادر وغیرہ۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جو لفظ اسم کی خوبی بیان کرے اسے 'صفت' کہتے ہیں۔ جیسے چالاک، ایماندار، اونچا، خوب صورت وغیرہ۔

؟ ذیل کے جملوں میں بعض اسم ایسے ہیں جن کے ساتھ ان کی صفت بھی آئی ہے۔ ان میں سے اسم اور صفت الگ الگ لکھیے:

۱۔ لڑکی سرخ کُرتا پہنے ہوئے تھی۔

۲۔ کمسن بچّہ فصل کا پہلا میوہ پاتا تھا۔

۳۔ آپؐ کے پاس سیاہ چادر آئی۔

۴۔ صاحب زادے نے راستے میں میٹھے انگور کھا لیے۔

۵۔ زندہ دِل انسان کو سب پسند کرتے ہیں۔

۳۔ بڑھیا کا چراغ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بوڑھی غریب عورت سمندر کے کنارے ایک پہاڑی پر رہا کرتی تھی۔ وہ بالکل اکیلی تھی۔ دن بھر سوت کات کر اپنی روزی پیدا کرتی اور باقی وقت خدا کی یاد میں بسر کرتی۔

وہ ہر طرح سے اپنی قسمت پر شاکر تھی۔ صرف ایک خیال اُسے ہر وقت ستاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ صرف اپنے ہی لیے جیتی ہے اور کسی انسان یا حیوان کی کوئی خدمت نہیں کرسکتی۔ ایک رات ہوا تیز چل رہی تھی۔ سمندر کی لہریں اُٹھ اُٹھ کر چٹان سے ٹکراتی تھیں۔ رات بالکل اندھیری تھی۔ بڑھیا طوفان کا شور سن کر دِل ہی دِل میں دعائیں مانگ رہی تھی کہ یا الٰہی! اس طوفان میں کوئی جہاز اس طرف نہ

آ جائے۔ انہی خیالوں میں اسے نیند آ گئی۔ صبح اُٹھی تو اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ کسی طرح جہاز رانوں کو اس چٹان کی ہلاکت سے بچانا چاہیے۔ سوچتے سوچتے وہ ایک دم خوشی سے اُچھل پڑی اور بولی اب میں دوسروں کی خدمت کرسکوں گی۔

اُس روز اس نے معمول سے زیادہ سوُت کاتا اور اُس کی جو زائد اُجرت ملی اُس سے ایک دِیا اور تیل خرید کر، دِیا جھونپڑی کی کھڑکی میں رکھ دیا۔ اب وہ روز یہی عمل کرتی۔ یہ دِیا جلتا دیکھ کر جہاز راں ان جہازوں کو چٹان کے قریب لانے سے پرہیز کرتے۔ اس طرح ہزاروں جانیں ہلاکت سے بچ گئیں۔

بڑھیا اسی طرح کئی سال تک دِیا جلاتی رہی۔ ملّاحوں کو جستجو ہوئی کہ کسی طرح دریافت کریں کہ خدا کا کون بندہ انھیں اس طرح موت سے بچا رہا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اُنھوں نے یہ معلوم کرلیا اور اب جہاز راں دور دراز ملکوں سے اُس کے لیے قیمتی تحفے لانے لگے۔

لیکن اُس خدا ترس بڑھیا کو تحفوں کی ضرورت نہ تھی۔ وہ یہ تمام تحفے غریبوں میں تقسیم کردیتی تھی۔ وہ تو صرف اس خیال سے خوش تھی کہ وہ اوروں کی تھوڑی سی خدمت کررہی ہے اور اس کی زندگی بالکل بے کار نہیں ہے۔ جب تک وہ زندہ رہی ہر رات دِیا جلاتی اور کھڑکی میں رکھ دیتی اور سونے سے پہلے خدا کا شکر ادا کرتی اور کہتی کہ اے خدا! تیرا بڑا احسان ہے کہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی خدمت کی توفیق دی۔

شاکر – شکر کرنے والا

زائد – زیادہ

اُجرت – مزدوری

پرہیز کرنا – بچنا

جستجو – تلاش، تجسّس

خداترس – خدا سے ڈرنے والا، رحم دل، نیک دل

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے:

۱۔ غریب بوڑھی عورت کہاں رہتی تھی؟

۲۔ غریب عورت دن بھر سوت کیوں کاتتی تھی؟

۳۔ بڑھیا کو ہر وقت کون سا خیال ستاتا تھا؟

۴۔ بڑھیا نے زائد اُجرت سے کیا خریدا؟

۵۔ بڑھیا نے اپنی جھونپڑی کی کھڑکی میں دِیا کیوں روشن کیا؟

(ب) مختصر جواب لکھیے:

۱۔ سبق میں رات کے منظر کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

۲۔ جہاز راں بڑھیا کے لیے تحفے کیوں لانے لگے؟

۳۔ بڑھیا کس خیال میں خوش تھی؟

(ج) اس کہانی کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

(ہ) درج ذیل لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

روزی ، شاکر ، اُجرت ، پرہیز کرنا ، خداترس۔

(و) ذیل کے جملوں میں فعل جس زمانے کو ظاہر کرتے ہیں، اُنھیں قوسین میں لکھیے :
(زمانہ حال ، زمانہ ماضی ، زمانہ مستقبل)

۱۔ ہمیں اُمید ہے ہمارا نتیجہ اچھا آئے گا۔ ۲۔ وہ اپنی قسمت پر شاکر تھی۔

۳۔ میں دوسروں کی خدمت کرسکوں گی۔ ۴۔ بڑھیا کو تحفوں کی ضرورت نہ تھی۔

۵۔ کون خدا کا بندہ انھیں موت سے بچا رہا ہے۔ ۶۔ وہ صرف اپنے لیے جیتی ہے۔

❁ یہ جملے دیکھیے :

۱۔ بیگم حضرت محل نیپال چلی گئیں۔ (کہاں)

۲۔ پرندہ اندھیرے گھر میں قید ہے۔ (کہاں)

۳۔ ایک بس صبح آتی ہے۔ (کب)

۴۔ ہر چھے ماہ بعد نئی جماعت شروع ہوتی ہے۔ (کب)

۵۔ چچا فوراً غسل خانے میں پہنچے۔ (کیسے)

۶۔ چچا لدے پھندے گھر آئے۔ (کیسے)

جو لفظ یا الفاظ فعل کے بارے میں کوئی بات بتائیں اُنھیں 'متعلقِ فعل' کہتے ہیں۔

پہلے دو جملوں میں 'کب' سے، دوسرے دو جملوں میں 'کہاں' سے اور تیسرے دو جملوں میں 'کیسے' سے سوال پوچھنے پر جو بات معلوم ہوتی ہے اسے متعلق فعل کہتے ہیں۔ مثلاً

بیگم حضرت محل کہاں چلی گئیں؟ جواب :- نیپال

ایک بس کب آتی ہے؟ جواب :- صبح

چچا گھر کیسے آئے؟ جواب :- لدے پھندے

۴۔ بارش

تلوک چند محروم

آ گئی ٹھنڈی ہوا برسات کی — چھا گئی کالی گھٹا برسات کی
اب کہاں سُورج کی گرمی کا وہ جوش — چھپ گیا بادل کا سنتے ہی خروش
دَل کے دَل بادل اُمنڈ کر آ گئے — اور سارے آسماں پر چھا گئے
ابر کے سائے میں ہے ساری زمیں — دھُوپ سے بچنے کی اب حاجت نہیں
نم ہوا میں ہو گئے جاں دار خوش — لہلہاتا سبزہ خوش ، اشجار خوش
سن کے بارش کی مسرت کا پیام — جھُومتے مستی میں ہیں پودے تمام
سب پرندے چہچہاتے پھرتے ہیں — ہے خوشی اتنی کہ گاتے پھِرتے ہیں
اے لو وہ گرجا ، وہ آئیں بوندیاں — دید کے قابل ہے یہ پیارا سماں
خوب صوُرت کس قدر ہے یہ پھُوار — موتیوں کے ہار ہیں قطروں کے تار

لو وہ چھینٹے زور سے آنے لگے
پانی پرنالے بھی برسانے لگے

خروش - یہاں مراد بادل کی گھن گرج	اشجار - شجر کی جمع۔ درخت
حاجت - ضرورت	مسرت - خوشی
نم ہوا - بھیگی ہَوا	دید کے قابل - دیکھنے کے لائق
جاں دار - جس میں جان ہو	

پرنالہ - وہ نالی جس سے چھت پر جمع ہونے والا بارش کا پانی باہر گرتا ہے

مشق

(الف) مختصر جواب لکھیے:

۱۔ کالی گھٹا چھا جانے کا سورج پر کیا اثر ہوا؟

۲۔ شاعر نے ہوا کو نم ہوا کیوں کہا ہے؟

۳۔ قطروں کے تار کو کیا کہا گیا ہے؟

(ب) نظم میں ذیل پر بارش کا جو اثر دِکھایا گیا ہے اسے ایک ایک جملے میں لکھیے:

آسماں ، زمین ، پرندے ، پودے

(ج) 'پانی پرنالے بھی برسانے لگے' کا کیا مطلب ہے؟

(د) اس نظم کے وہ شعر لکھیے جو آپ کو پسند آئے ہیں۔

۵۔ سبکتگین اور ہرنی

غزنی شہر کے ایک سپاہی کا نام سبکتگین تھا۔ بادشاہ اور امیروں کی طرح اسے بھی شکار کا شوق تھا۔ پہلے جانوروں کے شکار پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ شکار، دل بہلانے کا شوق تھا اور اس سے غذائی ضرورت بھی پوری ہوتی تھی۔ سبکتگین بھی کبھی کبھی شکار کرنے جنگل میں نکل جاتا تھا۔

ایک دن سبکتگین شکار کرنے جنگل میں گیا۔ وہ دن بھر شکار کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا لیکن کوئی شکار ہاتھ نہ آیا۔ شام کو وہ گھر لوٹ رہا تھا۔ راستے میں اسے ایک ہرنی دِکھائی دی۔ وہ اپنے بچّے کے ساتھ جا رہی تھی۔ سبکتگین نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ ہرنی چھلانگ لگا کر دُور نکل گئی مگر بچّہ پیچھے رہ گیا۔ سبکتگین نے اسے پکڑ لیا، اس کے پیر باندھ کر اپنے گھوڑے پر رکھ لیا اور اپنے شہر کی طرف چل دیا۔

تھوڑی دُور جانے کے بعد سبکتگین نے پلٹ کر دیکھا۔ اسے ہرنی پیچھے پیچھے آتی ہوئی دِکھائی دی۔ سبکتگین سمجھ گیا کہ ہرنی اپنے بچّے سے جُدائی کا غم برداشت نہیں کر سکی۔ سبکتگین کو ایسا لگا کہ ہرنی رو رہی ہے اور فریاد کر رہی ہے کہ اے سپاہی! رحم کر۔ میرے بچّے کو چھوڑ دے۔

سبکتگین کو ہرنی پر رحم آیا۔ اس نے سوچا کہ ہرنی کے سینے میں بھی ماں کا دل ہے۔ وہ بھی انسان کی طرح اپنے بچّے سے بہت محبّت کرتی ہے۔ اس نے فوراً لگام کھینچی اور گھوڑے کو روکا، رسّی کھولی اور بچّے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زمین پر اُتار دیا۔ بچّہ چوکڑیاں بھرتا اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔ ماں اپنی زبان سے اس کا بدن چاٹ کر اسے پیار کرنے لگی۔

سبکتگین آگے بڑھ گیا۔ جاتے جاتے پلٹ کر دیکھا۔ اسے ہرنی اسی جگہ کھڑی ہوئی نظر آئی۔ وہ سبکتگین کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس کا شکریہ ادا کر رہی ہو۔ سبکتگین کا دل خوشی سے بھر گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا گویا پہلی بار اسے سچّی خوشی حاصل ہوئی ہو۔ وہ شہر کی طرف اس طرح روانہ ہوا جیسے کوئی بادشاہ ملک فتح کر کے لوٹ رہا ہو۔

اسی رات سبکتگین نے ایک خواب دیکھا۔ خواب میں اسے ایک نورانی چہرے والے بزرگ نظر آئے۔ بزرگ نے سبکتگین سے کہا، "اے سبکتگین! تو نے ایک بے زبان جانور پر رحم کیا۔ تیری یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔ اس نیکی کا انعام تجھے ضرور ملے گا۔ تو بہت جلد غزنی کا بادشاہ بنے گا۔"

اس وقت غزنی کا بادشاہ الپتگین تھا۔ اس نے سبکتگین کو عقل مند، نیک اور رحم دل پایا تو اسے اپنا وزیر اور داماد بنا لیا۔ بادشاہ نے انتقال سے پہلے سبکتگین کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ بزرگ کا کہا ہوا سچ ثابت ہوا۔ الپتگین کی موت کے بعد سبکتگین غزنی کا بادشاہ بن گیا۔

غزنی	–	افغانستان کا ایک شہر
ایڑ لگانا	–	آگے بڑھانا، رفتار بڑھانا
مارا مارا پھرنا	–	کسی چیز کی تلاش میں بھٹکنا
چوکڑی بھرنا	–	ہرن کا تیزی سے بھاگنا
ہاتھ نہ آنا	–	حاصل نہ ہونا، پکڑا نہ جانا
جانشین	–	نائب، جگہ لینے والا

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ سبکتگین کس جگہ کا سپاہی تھا؟

۲۔ بادشاہ اور امیر کو کس بات کا شوق ہوتا تھا؟

۳۔ سبکتگین نے شکار میں کس جانور کو پکڑا؟

۴۔ ہرنی کی بے کسی دیکھ کر سبکتگین نے کیا کیا؟

(ب) مختصر جواب لکھیے:

۱۔ ہرنی کو پیچھے پیچھے آتا دیکھ کر سبکتگین نے کیا خیال کیا؟

۲۔ ہرنی بچّے کو پا کر بھی وہیں کیوں کھڑی رہی؟

۳۔ ہرنی کے کھڑا رہنے پر سبکتگین کو کیا محسوس ہوا؟
۴۔ خواب میں سبکتگین سے بزرگ نے کیا فرمایا؟
۵۔ سبکتگین کو عقل مندی، نیکی اور رحم دلی کا کیا انعام ملا؟

(ج) مناسب لفظ سے جملے مکمل کیجیے :

۱۔ شکار دل بہلانے کا.......... تھا۔ اس سے.......... ضرورت بھی پوری ہوتی تھی۔
۲۔ ہرنی بچے سے .... کا غم برداشت نہیں کر سکی۔
۳۔ سبکتگین! تو نے ایک.......... جانور پر رحم کیا۔
۴۔ الپتگین نے سبکتگین کو اپنا.......... مقرر کیا۔

(د) جملوں میں استعمال کیجیے :

مارا مارا پھرنا ، ہاتھ نہ آنا ، شکریہ ادا کرنا ، رحم دل ، جانشین

(ہ) جانوروں سے رحم دلی پر پانچ جملے لکھیے۔

✽ سبکتگین ایک مرد کا نام ہے، عائشہ ایک لڑکی کا نام ہے اور ایران ایک ملک کا نام ہے۔ اس لیے سبکتگین ، عائشہ اور ایران 'اسم' ہیں۔ لیکن ہم ہر مرد کو سبکتگین، ہر لڑکی کو عائشہ اور ہر ملک کو ایران نہیں کہہ سکتے۔ یہ خاص مرد، خاص لڑکی یا خاص ملک کے نام ہیں۔

وہ اسم جو کسی خاص شخص، جاندار، جگہ یا چیز کے لیے استعمال ہو اسے 'اسمِ خاص' کہتے ہیں۔ جیسے عامر، افغانستان، تاج محل، شالیمار باغ۔

✽ وہ اسم جس سے کسی عام جاندار، جگہ یا چیز کا نام ظاہر ہوتا ہے اسے 'اسمِ عام' کہتے ہیں۔ جیسے لڑکا، باغ، میز۔

? ذیل کے الفاظ سے اسم عام اور اسم خاص الگ الگ کیجیے :

مرزا غالب، میدان، الماری، حیدر آباد، بچّے، آزاد کالونی، میز، لال قلعہ۔

۶۔ نیاگرا آبشار

نواب ظہیر الدین خاں

(۱۹۳۳ء میں ریاستِ حیدر آباد کے ایک نواب ظہیر الدین خاں صاحب نے یورپ، امریکہ اور انگلستان کا سفر کیا تھا۔ سفر سے واپسی پر انھوں نے اپنا 'سفرنامہ' شائع کیا۔ ذیل کا اقتباس اسی سفرنامے سے لیا گیا ہے جس میں انھوں نے نیاگرا آبشار کی سیر کا حال بیان کیا ہے۔)

ہم جب وکٹوریہ پارک کے اسٹیشن پر پہنچے تو ہمیں ایک قسم کی آواز سنائی دینے لگی، جیسے کہ سمندر میں طوفان کے وقت کناروں پر سنائی دیا کرتی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ نیاگرا آبشار کی آواز ہے۔ ہم نیاگرا ہوٹل پہنچے جو یہاں کا بہترین ہوٹل سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں اسی ہوٹل میں قیام کرنا تھا۔

دوسرے دن صبح $8\frac{1}{2}$ بجے ہوٹل کی کھڑکی سے باہر نظر دوڑائی تو ایک ایسا خوب صورت منظر جاذبِ نظر ہوا جس کو بیان کرنا مشکل ہے۔ سامنے نیاگرا ندی نہایت زور وشور سے بہہ رہی تھی اور پانی آبشار پر سے گر کر دھوئیں کی شکل اختیار کر کے آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا۔ ہم تیار ہو کر گائیڈ کے ہمراہ موٹر میں نکلے اور ایک مقام پر پہنچے جسے تھری گوٹس آئی لینڈ (Three Goats Island) کہتے ہیں۔ یہاں ہم پاسپورٹ دِکھاتے ہوئے وکٹوریہ پارک کے ایک مکان میں داخل ہوئے جو نیاگرا آبشار سے بالکل مُتّصل ہے۔ اس مکان کے ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد ہم نے یہاں اپنے جوتے اور کپڑے وغیرہ اُتار دیے اور ربر کے کوٹ،

موزے اور ٹوپیاں پہنیں۔ لفٹ کے ذریعے سیدھے زمین کے نیچے ایک سرنگ میں داخل ہوئے اور پھر اسی سرنگ کے ختم ہو جانے پر اسی سے مُلحق ایک زمین دوز راستے سے ہوتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں پہاڑ کے ایک حصّے کو تراش کر ایک کھلا حصہ بنا دیا گیا ہے جس میں سے گڑگڑاتے ہوئے وحشت ناک آبشار کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ مقام ایسا ہے جس پر سے ندی آبشار کی شکل اختیار کر کے نیچے

گرتی ہے اور یہ ندی کے نیچے زمین کھود کر بنایا گیا ہے۔ پوری ندی ہمارے اوپر سے گزر رہی تھی۔ ربر کے کپڑے اس لیے پہنائے گئے تھے کہ سرنگ میں سے گزرتے وقت جا بجا پانی کے قطرے کپڑوں پر گرتے ہیں اور خصوصاً اس وقت کہ ہم اس دہانہ کے قریب پہنچتے ہیں جہاں ہمارے سروں پر سے ندی کا پانی بہتا ہوا گرتا نظر آتا ہے تو وہاں پانی کی زور کی پچھاڑیں آتی ہیں۔ یہ آواز اس زوروں کی

آتی ہے گویا نہایت خوفناک طریقے سے بادل گرج رہے ہیں۔ غرض ہم اس وحشت ناک اور استعجاب میں ڈالنے والے منظر کو دیکھ کر اسی سرنگ سے واپس ہوئے اور لفٹ کے ذریعے اوپر آ پہنچے۔ ربر کے کپڑے اُتار کر اپنے کپڑے پہنے اور موٹر میں سوار ہو کر پھرتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے جسے وھرل پوُل ریپڈز (Whirlpool Rapids) کہتے ہیں۔

یہ وہ مقام ہے جہاں سے نیاگرا ندی آبشار پر سے گر کر بڑی تیزی کے ساتھ آتی ہے اور فوراً زاویہ قائمہ پر مُڑ جاتی ہے۔ اس موڑ پر پانی کے ایک دم پلٹ جانے کی وجہ سے کئی ایک بھنور بن گئے ہیں۔

ان بھنوروں کے اوپر سے نہایت موٹے موٹے اور مضبوط تار دوڑائے گئے ہیں، جن کے ذریعے معلّق ڈبّے میں بیٹھ کر لوگ ان پر سے گزرتے ہیں۔ ہم ایک ڈبّے میں بیٹھ کر ان بھنوروں پر سے گزرنے لگے۔ عین وسط میں پانچ دس منٹ تک ڈبّے کو روک دیا گیا تاکہ ہر شخص بخوبی ہر چیز کا معائنہ کر سکے۔ ہم بھی اس منظر سے خوب لُطف اندوز ہوئے۔

جاذبِ نظر – دِلکش

مُتّصل – مِلا ہوا

مُلحق – مِلا ہوا، قریب

دہانہ – منہ (یہاں مراد دریا کے گرنے کا مقام)

پچھاڑ – پانی کی تیز بوچھار

استعجاب - تعجّب

زمین دوز - زمین کے اندر

بھنور - زور سے بہتے پانی میں جو گھرے ہوتے ہوئے دائرے یا چکّر بنتے ہیں

معلّق - لٹکا ہوا

معائنہ - جانچ پڑتال، غور سے دیکھنا

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ وکٹوریہ پارک کے اسٹیشن پر مصنف کو کیسی آواز سنائی دی؟

۲۔ مصنّف نے کس ہوٹل میں قیام کیا؟

۳۔ مصنّف کے پاسپورٹ کی جانچ کہاں کی گئی؟

۴۔ لفٹ پر سوار ہونے سے پہلے مصنّف کو کیا تیاری کرنی پڑی؟

۵۔ بھنوروں کے اوپر سے گزرنے کے لیے کیا اِنتظام کیا گیا ہے؟

(ب) مختصر جواب لکھیے:

۱۔ ہوٹل کی کھڑکی سے کیسا منظر دِکھائی دیا؟

۲۔ مصنّف نے ربر کے کپڑے کیوں پہنے؟

۳۔ آبشار کو بخوبی دیکھنے کے لیے کیا انتظامات کیے گئے ہیں؟

۴۔ ندی کے دہانے سے آبشار کا منظر کیسا دِکھائی دیتا ہے؟

۵۔ وھرل پؤل ریپڈز پر بھنور کیوں بنتے ہیں؟

(ج) جملوں میں استعمال کیجیے :

متصل ، تراشنا ، وحشت ناک ، استعجاب ، بھنور

(د) لفظ 'خوفناک' خوف + ناک سے مل کر بنا ہے۔ اسی طرح کے اور تین لفظ بنائیے۔

؟ مندرجہ ذیل سوالوں کو پڑھ کر ان کے جواب اس طرح ترتیب میں لکھیے کہ کسی مقام کی سیر کے بارے میں دس بارہ سطروں کا ایک مضمون تیار ہو جائے۔

۱۔ آپ سیر کرنے کہاں گئے تھے؟

۲۔ آپ کے ساتھ کون کون تھا؟

۳۔ سیر کے لیے کس سواری سے گئے تھے؟

۴۔ سفر کے دوران میں کون سا خاص واقعہ پیش آیا؟

۵۔ سیر کے مقام پر لوگ کیسے تھے؟

۶۔ اس مقام کی خاص بات کیا تھی؟

۷۔ وہاں آپ نے کیسے وقت گزارا؟

۸۔ وہاں سے کب واپس ہوئے؟

اقوالِ زریں

* عقل مند و دانا وہ ہے جو کم بولے اور زیادہ سنے۔
* کسی سے اس طرح جھگڑا نہ کرو کہ مصالحت کی گنجائش ہی نہ رہے۔
* انسانیت کی معراج یہ ہے کہ کسی کا دِل نہ دُکھایا جائے۔
* کردار ایک ایسا ہیرا ہے جو ہر پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔

۷۔ آدمی نامہ

نظیر اکبر آبادی

دنیا میں بادشاہ ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
اور مُفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
زردار، بے نوا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
نعمت جو کھا رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی
اور آدمی ہی تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اُتارے ہے آدمی
چلّا کے آدمی کو پکارے ہے آدمی
اور سن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل، جواہر ہیں بے بہا
اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہوگیا
کالا بھی آدمی ہے کہ اُلٹا ہے جوں توا
گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا سا چاند کا
بدشکل و بدنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

زردار – پیسے والا، امیر، دولت مند

بےنوا – جس کے پاس مال و اسباب نہ ہو، غریب

بے بہا – بہت قیمتی

تیغ – تلوار

پگڑی اُتارنا – بے عزّتی کرنا

چلّا کے پکارنا – حکم چلانا، بے عزّتی سے پکارنا

بدنما – خراب دِکھائی دینے والا

مشق

(الف) دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے:

۱۔ پہلے بند میں آدمی کے طاقتور اور کمزور ہونے کا ذکر کن الفاظ میں کیا گیا ہے؟

۲۔ دوسرے بند میں اچھے آدمی کا ذکر کس مصرعے میں کیا گیا ہے؟

(ب) ذیل کے مصرعوں کا مطلب بیان کیجیے:

۱۔ یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی

....

۲۔ ....

یاں آدمی ہی لعل و جواہر ہیں بے بہا

(ج) اس نظم میں شاعر کن آدمیوں کا ذکر کر رہا ہے؟

۸۔ چچا چھکّن کی عینک

امتیاز علی تاجؔ

(چچا چھکن ایک فرضی کردار ہے، جو مزاحیہ حرکتیں کرتا رہتا ہے۔
امتیاز علی تاجؔ نے چچا چھکن کے بارے میں ایسے کئی مضامین لکھے ہیں۔)

چچا چھکّن کپڑے بدل کر باہر جانے لگے تو اچانک خیال آیا کہ غسل کے بعد عینک نہیں لگائی۔ عینک لینے غسل خانے میں گئے۔ لیکن وہاں پہنچ کر دیکھا تو عینک موجود نہ تھی۔ طاقوں پر نظر ڈالی، ان میں بھی نہ تھی۔ گھڑونچی کو دیکھا، فرش اور نالی کا جائزہ لیا۔ کہیں نظر نہ آئی۔ سوچا شاید میلے کپڑوں کے ساتھ کوٹھری میں چلی گئی۔ کوٹھری میں پہنچے۔ ہر کپڑے کو احتیاط سے جدا کر کے اُٹھایا۔ ٹٹول ٹٹول کر دیکھا، جھٹکا، لیکن بے سود۔

"آخر گئی کہاں۔" قوس اور نیم دائرے بناتے ہوئے کھڑے گھومتے رہے۔ سارے کمرے کا جائزہ لیا کہ بے توجہی میں کسی اور جگہ نہ رکھ دی ہو۔ مایوسی ہوئی۔ لپکے ہوئے پھر غسل خانے میں پہنچے۔ پھر کھڑکی کو دیکھا۔ کھڑکی کے نیچے نالی تھی۔ اکڑوں بیٹھ کر اس کا معائنہ بھی کر لیا۔ اسے ناکافی سمجھ کر باہر گئے۔ غسل خانے سے سڑک تک ساری نالی دیکھ ڈالی لیکن نہ ملی۔

چچا واپس غسل خانے میں پہنچے۔ گردن گھما گھما کر طاقوں میں نظر ڈالی۔ گھڑونچی کے نیچے دیکھا۔ گھڑے جگہ سے سرکائے۔ کہیں نظر نہ آئی۔ ذرا دیر پریشانی

کے عالم میں کھڑے سر کھجاتے رہے۔ "عجیب تماشا ہے!"

چچا پھر کوٹھری میں پہنچے۔ میلے کپڑے باری باری اس زور سے جھٹکے کہ عینک کیا سوئی بھی لگی ہوتی تو الگ ہو کر گر پڑتی۔ "لاحول و لا قوۃ اِلّا باللہ۔" پھر غسل خانے میں پہنچے۔ کچھ سراغ نہ ملا۔ ڈاڑھی کھجاتے ہوئے پھر کمرے میں آ گئے۔

ذرا دیر کھوئے کھوئے کھڑے رہے۔ پھر تخت پر بیٹھ گئے۔ سر جھکا کر ایک نظر احتیاطاً تخت کے نیچے بھی ڈال لی۔ اچانک خیال آیا کہ شاید عینک لگا کر غسل خانے میں گئے ہی نہ تھے۔ چپکے سے بیٹھ کر صبح سے اس وقت تک کے واقعات پر غور فرمانے لگے کہ شاید اس طرح کسی موقع پر عینک اُتارنا اور کہیں رکھنا یاد آجائے۔ سوچا عینک کہیں بستر ہی میں نہ رہ گئی ہو۔ دالان میں جا کر سارے لپٹے ہوئے بستر تلپٹ کر ڈالے۔ ان میں سے اپنا بستر ڈھونڈ کر نکالا۔ اس کی ایک ایک چیز دیکھی، جھٹکی۔ تکیوں میں ٹٹولا۔ عینک کا کچھ سراغ نہ ملا۔

چچا مایوس ہو کر ایک بار پھر غسل خانے میں پہنچے کہ شاید اس دوران عینک سیر سپاٹے سے فارغ ہو کر واپس آ گئی ہو۔ مگر نہیں آئی تھی۔ یک لخت دیوان خانے میں دیکھنے کا خیال آیا۔ تیز تیز قدم اُٹھاتے وہاں پہنچے۔ میزیں، کُرسیاں، فرش، طاق، ایک ایک چیز دیکھ لی۔ عینک کہیں ہو تو ملے۔

چچا کھسیانے سے ہو چلے۔ "کیا واہیات ہے!" بے اختیار جی چاہتا تھا چچی، نوکروں اور بچّوں کو امداد کے لیے پکاریں لیکن ان سے امداد طلب کرنے میں ہیٹی ہوتی تھی۔ پریشانی کے عالم میں کبھی صحن سے گزر کر باہر جاتے، کبھی اندر آ جاتے۔

کنکھیوں سے چچی کو تاڑتے جا رہے تھے۔ کبھی باہر کھڑے ہو کر ڈاڑھی کُھجانے لگتے، کبھی اندر آ کر پیٹ سہلانا شروع کر دیتے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کیا کریں۔ اتفاق سے بنّو اُدھر سے گزری۔ چچا نے اسے اشارے سے بلایا۔ آہستہ سے کہا "بنّو ایک کام کیجو۔ ہماری عینک کھو گئی ہے۔ باورچی خانے میں کہیں رکھی تھی۔ ڈھونڈ کر لا دے گی؟"

بنّو نے پوچھا "کون سی عینک؟"

چچا بولے "احمق کہیں کی، جو عینک ہم لگاتے ہیں، اور کون سی۔ مگر دیکھ تیری اماں کو نہ معلوم ہونے پائے۔"

بنّو چچا کا منہ تکتے ہوئے بولی "اپنی عینک تو لگا رکھی ہے آپ نے۔"

چچا نے چونک کر ہاتھ آنکھوں کی طرف بڑھایا۔ "ہیں!" یقین نہ آیا کہ جس شے کو ہاتھ نے چھوا وہ عینک ہی ہے۔ اُتار لی۔ ہاتھ میں لے کر گُھما گُھما کر دیکھنے لگے۔ پھر حیرت کے عالم میں ایک نظر بنّو پر ڈالی "یہ یہیں تھی! کب لگائی تھی ہم نے؟"

بنّو کو چھوٹی ہنسی۔ قہقہہ لگاتی اور 'امّاں امّاں' کرتی ہوئی یہ بات سنانے باورچی خانے کو چلی۔ چچا نے لپک کر پکڑ لیا، "ہیں ہیں! کیا ہوا؟ کہاں چلی؟ گلاب جامن کھائے گی؟ وہ بات تو ہم نے مذاق میں کی تھی۔ پاگل کہیں کی۔ اس میں امّاں کو سنانے کی کیا بات ہے؟ دیوانی ہوئی ہے۔ کیا لائیں تیرے لیے بازار سے؟ تھپّڑ ماردوں گا میں؟"

بنّو نے قہقہہ اور "امّاں امّاں" کی رَٹ بند نہ کی تو چچا غصّے میں جلدی سے باہر نکل گئے۔

شام کو چچا گھر آئے تو لدے پھندے تھے۔ ایک ہاتھ میں مٹھائی کی ٹوکری، دوسرے میں کچوریوں کی۔ دروازے میں قدم رکھتے ہی بچوں کو پکارنا شروع کر دیا۔ ایسے خوش گویا صبح کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

گھڑونچی	-	لکڑی یا دھات کا بنا چوکھٹا جس پر پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں
کوٹھری	-	ایک دروازے والا چھوٹا سا کمرہ
سراغ	-	نشان، کھوج

تلپٹ کر ڈالنا - نیچے اوپر کر دینا

دیوان خانہ - بیٹھک کا کمرہ

ہیٹی ہونا - شان گھٹنا، بے عزّتی ہونا

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ چچا چھکّن کو یہ خیال کب آیا کہ اُنھوں نے عینک نہیں لگائی ہے؟

۲۔ چچا چھکّن غسل خانے میں کتنی بار گئے؟

۳۔ چچا چھکّن، بنّو کو باورچی خانے میں جانے سے کیوں روک رہے تھے؟

۴۔ شام کو چچا چھکّن کس حال میں گھر لوٹے؟

(ب) چچا چھکّن نے عینک کو کہاں کہاں تلاش کیا، ترتیب سے لکھیے۔

(ج) جملوں میں استعمال کیجیے :

اچانک ، معائنہ ، سیر سپاٹا ، لدے پھندے ، کنکھیوں سے دیکھنا

☆ غور کیجیے :

ذیل کے فقروں پر غور کیجیے۔ دیکھیے ایک ہی بات کو مختلف الفاظ میں کس طرح بیان کیا گیا ہے:

لیکن بے سود ؛ لیکن نہ ملی ؛ وہاں بھی کچھ نہ نکلا ؛ کچھ سراغ نہ ملا ، مگر نہیں آئی تھی ؛ عینک کہیں ہو تو ملے۔

☆ اِن جملوں کو غور سے پڑھیے :

چچا نے بنّو سے کہا "بنّو، ایک کام کیجو۔ ہماری عینک کھو گئی ہے۔ ڈھونڈ کر لا دے گی۔"

بنّو نے پوچھا "کون سی عینک؟"

اوپر کے جملوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ چچا نے کیا کہا اور بنّو نے چچا سے کیا پوچھا۔

جب کسی شخص کی کہی ہوئی بات اس کے الفاظ میں لکھی جائے تو پوری بات کے شروع اور آخر میں یہ نشان "....." لگاتے ہیں۔ ان نشانات کو 'واوین' کہتے ہیں۔

? اس سبق میں کئی جگہ چچا جو بات سوچ رہے ہیں اسے بھی واوین میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً "آخر گئی کہاں!"، "عجیب تماشا ہے!"

● واوین والے چار جملے تلاش کر کے لکھیے۔

☆ تعجب، حیرت، افسوس اور خوشی ظاہر کرنے کے لیے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان کے آگے یہ نشان "!" لگاتے ہیں۔ اس نشان کو 'فجائیہ علامت' کہتے ہیں۔

مثلاً

۱۔ عجیب تماشا ہے!

۲۔ ہائے، کیا سریلی سیٹی تھی!

۳۔ اوہ! یہ کیا حالت ہوگئی ہے!

۴۔ کیا واہیات ہے!

۹۔ اؤنچے لوگ

محمد حسن فاروقی

کردار :

محمؤد صاحب

زہرہ بیگم (محمود صاحب کی بیوی)

لالہ دین دیال } اہلِ محلّہ
عبدالکریم

اجیت محلّے کا ایک یتیم لڑکا

(محمؤد صاحب اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے ہیں۔ سامنے تپائی رکھی ہوئی ہے۔ اِرد گرد تین چار کرسیاں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کی بیوی زہرہ بیگم پسینہ پونچھتی ہوئی کچن سے نکل کر آتی ہیں اور ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہیں۔)

محمؤد صاحب : (اخبار تپائی پر رکھتے ہوئے) ناشتہ تیار ہو گیا؟

زہرہ بیگم : (ٹھنڈی سانس بھر کر) جی ہاں تیار ہو گیا۔

محمؤد صاحب : بہت تھکی ہوئی معلوم ہو رہی ہو۔ کیا بات ہے؟

زہرہ بیگم : بات کیا ہوگی۔ گھر کا سارا کام اب مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے اجیت کو نوکری سے نکال جو دیا۔ وہ تھا تو ہر کام میں میرا ہاتھ بٹایا کرتا تھا۔

محمؤد صاحب : مجبؤری ہے بیگم۔ حکومت نے بچّوں کو نوکر رکھنے یا ان سے

مزدوری کروانے پر کچھ پابندیاں لگا دی ہیں۔ ہمیں ہر حالت میں قانون پر عمل کرنا چاہیے۔

زہرہ بیگم : لیکن اجیت اب گزر بسر کے لیے کیا کرے گا؟ اس کے ماں باپ تو ہیں نہیں۔ بڑے بھائی بہن بھی نہیں ہیں جو اس کی دیکھ بھال کریں۔

محمود صاحب : میں خود بھی اس کے لیے بہت فکر مند ہوں۔

زہرہ بیگم : اسے پڑھنے کا بھی کتنا شوق ہے۔ ہمیشہ کلاس میں اوّل آتا تھا۔ لیکن بدقسمتی دیکھو، پانچویں جماعت میں تھا تو باپ کا انتقال ہوگیا۔ ایک سال ماں نے محنت مزدوری کر کے اس کی تعلیم جاری رکھی لیکن وہ بھی اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی۔

محمود صاحب : ہاں، اس کے یہی حالات دیکھ کر تو میں نے اسے گھر میں ملازم رکھ لیا تھا۔

زہرہ بیگم : بے چارے کی تعلیم بھی ادھوری رہ گئی۔

محمود صاحب : بیگم! ساری باتیں میرے ذہن میں ہیں۔ کل میں نے لالہ دین دیال اور عبدالکریم کو اجیت کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا۔ ایک تجویز بھی پیش کی تھی۔ انھوں نے سوچنے کے لیے ایک دن کی مہلت مانگی تھی۔ میرے خیال میں اب وہ آتے ہی ہوں گے۔

(گھر کے باہر سے آواز آتی ہے۔)

"بھئی محمود صاحب گھر میں ہیں؟"

(آواز سن کر زہرہ بیگم کچن میں چلی جاتی ہیں۔ محمود صاحب کرسی سے اُٹھ کر استقبال کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔)

محمود صاحب : آیئے آیئے لالہ جی۔

(لالہ دین دیال اور عبدالکریم داخل ہوتے ہیں اور کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔)

محمود صاحب : (آواز دیتے ہوئے) بیگم، ذرا مہمانوں کو چائے تو پلایئے۔

لالہ جی : لگتا ہے بھابھی صاحبہ سے کسی اہم موضوع پر بات ہو رہی تھی۔

محمود صاحب : اہم موضوع ہی تھا۔ اجیت کے بارے میں ہی گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ بھی اس کے بارے میں بہت فکرمند ہیں۔ ہاں تو آپ لوگوں نے میری تجویز پر غور کیا؟

عبدالکریم : ہمیں آپ کی تجویز پسند آئی۔ ہم اجیت کی تعلیم، کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا خرچ مل جل کر برداشت کرلیں گے۔

لالہ جی : آخر پڑوس کا ہی بچّہ ہے۔ یتیم ہوگیا ہے۔ محلّہ والے ہی اس کی خبرگیری نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟

محمود صاحب : (خوش ہوکر آواز دیتے ہیں۔) بیگم بڑی اچھی خبر ہے۔ جلدی سے چائے بھجواؤ۔

لالہ جی : اجیت کو بھی بُلوا لیتے۔ اس سے بھی کچھ باتیں کرنی ہیں۔

محمُود صاحب : میں نے اسے بھی بلوایا ہے۔ آتا ہی ہوگا۔

(اجیت داخل ہوتا ہے۔ سب کو آداب کرتا ہے۔)

محمُود صاحب : بیٹا اجیت! بڑے اچھّے وقت پر آئے۔ آؤ بیٹھو۔ دیکھو تمھارے انکل کیا کہہ رہے ہیں۔

عبدالکریم : اجیت! ہم نے طے کیا ہے کہ ہم لوگ مل جل کر تمھیں تعلیم دِلائیں گے۔ تم جتنا بھی پڑھنا چاہو ہم تمھاری مدد کریں گے۔

(اجیت کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن اس کا گلا رُندھ جاتا ہے۔ آواز نہیں نکل پاتی۔)

لالہ جی : لیکن اجیت تمھیں ایک وعدہ کرنا ہوگا۔ تعلیم پُوری کرنے کے بعد جب تم کمانے لگو تو آہستہ آہستہ ہماری رقم لوٹا دینا۔

عبدالکریم : تم جو رقم واپس کروگے وہ کسی دوسرے ضرورت مند لڑکے کے کام آئے گی۔

اجیت : بھگوان نے چاہا تو میں آپ لوگوں کی پوری رقم لوٹا دوں گا۔ میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں۔ میں اب جاؤں؟

زہرہ بیگم : (کچن سے) ٹھہرو اجیت۔ تم بھی ناشتہ کر کے جاؤ۔

محمود صاحب : (ہنستے ہوئے) ناشتہ! میں نے تو صرف چائے کے لیے کہا تھا۔

زہرہ بیگم : ایسے خوشی کے موقع پر صرف چائے سے تواضع کرنا کافی نہیں۔

(سب ایک ساتھ ہنس پڑتے ہیں۔)

یتیم - جس کا باپ مر گیا ہو

موضوع - وہ چیز یا خیال جسے بیان کیا گیا ہو

خبر گیری - مدد، دیکھ بھال

گلا رُندھ جانا - جذبات کی زیادتی کے سبب آواز کا گلے میں پھنس جانا

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ زہرہ بیگم کیوں تھک گئی تھیں؟

۲۔ محمود صاحب نے اجیت کو نوکری سے کیوں نکال دیا؟

۳۔ زہرہ بیگم کس لیے فکر مند تھیں؟

۴۔ محمود صاحب کی تجویز کو کن لوگوں نے پسند کیا؟

۵۔ سب نے مل کر اجیت کے بارے میں کیا طے کیا؟

۶۔ زہرہ بیگم نے اپنی خوشی کا اظہار کس طرح کیا؟

(ب) مختصر جواب لکھیے :

ا۔ محمود صاحب نے اجیت کو نوکری پر کیوں رکھا؟

۲۔ محلہ والوں نے کس وعدے پر اجیت کی مدد کی؟

(ج) اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

ٹھنڈی سانس بھرنا ، ہاتھ بٹانا ، دیکھ بھال کرنا ، تواضع کرنا

(د) اس ڈرامے میں پانچ کردار ہیں۔ آپ اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس ڈرامے کو اس طرح پڑھیے کہ ہر ساتھی ایک کردار کے مکالمے ادا کرے۔

(ہ) اس ڈرامے کو اپنے اسکول میں اسٹیج کیجیے۔

☆ نیچے دیے ہوئے جملے غور سے پڑھیے :

"محمود صاحب اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھے ہوئے اخبار پڑھ رہے ہیں۔ سامنے تپائی رکھی ہوئی ہے۔ اِردگرد تین چار کرسیاں پڑی ہیں۔"

اوپر کی عبارت میں تین جملے ہیں۔ ہر جملے میں پوری بات کہی گئی ہے۔ جب جملہ پورا ہوتا ہے تو (۔) اس طرح کا نشان لگاتے ہیں۔

جملہ پورا ہونے پر جو نشان لگایا جاتا ہے اسے 'ختمہ' کہتے ہیں۔

☆ اب ان جملوں کو پڑھیے :

ا۔ ہم اجیت کی تعلیم، کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا خرچ مل جل کر برداشت کریں گے۔

۲۔ اجیت کا گلا رُندھ جاتا ہے، آواز نہیں نکل پاتی۔

پہلے جملے میں 'تعلیم' اور دوسرے جملے میں 'رُندھ جاتا ہے' کے بعد تھوڑا ٹھہرنا پڑتا ہے۔ یہ ٹھہرنا کم وقفے کا ہوتا ہے جسے (،) اس نشان سے ظاہر کرتے ہیں۔

جملے میں تھوڑا ٹھہرنے کے لیے جو نشان لگایا جاتا ہے اسے 'سکتہ' کہتے ہیں۔

☆ اب یہ جملہ پڑھیے :

کیا آپ لوگوں نے میری تجویز پر غور کیا؟

اس جملے میں سوال پوچھا گیا ہے۔ سوال ظاہر کرنے کے لیے جملے کے آخر میں (؟) یہ نشان لگاتے ہیں۔

سوال ظاہر کرنے کے لیے جملے کے آخر میں جو نشان لگایا جاتا ہے اسے 'استفہامیہ علامت' کہتے ہیں۔ اسے 'سوالیہ نشان' بھی کہا جاتا ہے۔

اقوالِ زرین

- خوش اخلاقی ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔
- سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔
- ہلکی غذا کھانا، پُرسکون نیند سونا اور ورزش کرنا تندرستی کی نشانی ہے۔
- خود اعتمادی وہ طاقت ہے جو پہاڑ کو اُکھاڑ سکتی ہے۔

۱۰۔ غزل

مرزا غالب

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

نہ سنو، گر بُرا کہے کوئی
نہ کہو، گر بُرا کرے کوئی

روک لو، گر غلط چلے کوئی
بخش دو، گر خطا کرے کوئی

کون ہے، جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

جب توقّع ہی اُٹھ گئی غالبؔ
کیوں کسی کا گِلہ کرے کوئی

ابنِ مریم ۔ ابنِ مریم سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ ان کی ماں کا نام مریم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ خوبی عطا کی تھی کہ وہ بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔

گر	-	اگر چہ
بخش دینا	-	معاف کر دینا
خطا	-	غلطی
حاجت مند	-	ضرورت مند
حاجت روا کرنا	-	ضرورت پوری کرنا
توقّع اُٹھ جانا	-	اُمید ختم ہو جانا
گِلہ	-	شکایت

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے:

۱۔ حاجت روا کرنا کیوں مشکل ہے؟

۲۔ شاعر نے لوگوں سے گلہ کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے؟

(ب) اِس غزل کے دوسرے اور تیسرے شعر میں شاعر نے جو نصیحت کی ہے اسے اپنے جملوں میں لکھیے۔

* شعر میں تاریخی یا مذہبی واقعے کی طرف اشارہ کرنا 'تلمیح' کہلاتا ہے جس کے جانے بغیر شعر کا مطلب پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس غزل کے پہلے شعر میں حضرت عیسیٰؑ کو ابنِ مریم کہتے ہوئے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ ان کے ہاتھ میں شفا تھی۔ یہ اشارہ تلمیح ہے۔

۱۱۔ خط

قاسم رضا

۵/دلکشا منزل

جعفر نگر، ناگپور

۱۹/مارچ ۲۰۰۹ء

محترمہ خالہ جان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کا خط آئے ہوئے چار پانچ دن ہو گئے۔ جواب دینے میں دیر ہوئی۔ معافی چاہتی ہوں۔

دراصل امجد میاں کو ایک حادثہ پیش آ گیا تھا۔ منگل کے روز شام کے وقت وہ اسکول سے آ رہے تھے کہ ایک تیز رفتار رکشا کے سامنے آ گئے۔ دائیں پیر کے گھٹنے اور دائیں ہاتھ کی کہنی پر خراشیں آئیں اور پسلیوں پر معمولی سی چوٹ آئی۔

آپ تو جانتی ہیں، امجد میاں بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں۔ اس طرح کراہ رہے تھے اور ایسا شور مچا رہے تھے کہ ہم سب گھبرا گئے۔ فوراً ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ اس نے معائنہ کرنے کے بعد مرہم پٹی کی۔ دوا کی چند ٹکیاں دیں اور کہا، فکر کی کوئی بات نہیں۔ ایک دو روز میں ٹھیک ہو جائیں گے۔ صرف اوپری چوٹ ہے۔ ابو جان چندر پور گئے ہوئے تھے۔ رات کو وہ بھی آ گئے۔ وہ بہت سی مٹھائیاں لائے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی امجد میاں کا کراہنا اور شور مچانا بند ہو گیا۔

رکشا والا شریف آدمی ہے۔ وہی اُس روز امجد میاں کو گھر لایا تھا۔ دوسرے

دن بھی دیکھنے کے لیے آیا۔ اس نے بتایا کہ نہ امجد میاں کا کوئی قصوٗر تھا نہ اس کی غلطی۔ اسی اسکول کی ایک چھوٹی لڑکی دوڑتی ہوئی ٹھیک رکشا کے سامنے آ گئی تھی۔ اگر وہ رکشے کو نہ موڑتا تو وہ لڑکی فٹ بال کی طرح اُڑ جاتی۔ رکشا موڑتے ہی اس نے بریک لگادیے تھے۔ امجد میاں کی رکشے سے ٹکّر نہیں ہوئی۔ وہ ہڑبڑاہٹ میں پیچھے ہٹے تو گر گئے۔

امجد میاں اب اللہ کے فضل وکرم سے اچھے ہیں۔ آج ہی اسکوٗل جانے کی ضد کررہے تھے لیکن امّی نے نہیں جانے دیا۔ پیر سے ان شاء اللہ وہ اسکول جانے لگیں گے۔

امّی آپ کو سلام لکھواتی ہیں۔ رضوانہ باجی سے میرا سلام کہیے۔ انھیں الگ سے خط لکھوں گی۔

آپ کی بھانجی

ثروت

بات کا بتنگڑ بنانا	-	ذرا سی بات کو بڑی کردینا
فضل	-	بخشش
کرم	-	عنایت، مہربانی
اِن شاء اللہ	-	اگر اللہ نے چاہا

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ ثروت نے خط کا جواب دیر میں کیوں دیا؟

۲۔ امجد میاں کی کیا عادت ہے؟

۳۔ اس حادثے میں غلطی کس کی تھی؟

(ب) مختصر جواب لکھیے :

۱۔ ثروت نے یہ کیوں لکھا کہ رکشا والا شریف آدمی ہے؟

۲۔ امجد میاں کو چوٹ کیسے لگی؟

(ج) ۱۔ ایک لڑکی کی ذرا سی غلطی کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا۔ بتائیے کہ حادثے سے بچنے کے لیے لڑکی کو کیا کرنا چاہیے تھا؟

۲۔ راستہ چلنے کے کیا قاعدے ہیں؟ اپنی بیاض میں لکھیے۔

(د) اپنے دوست کو خط لکھیے۔ اس خط میں اپنی پڑھی ہوئی کسی دلچسپ کتاب کے بارے میں لکھیے۔

۱۲۔ بیگم حضرت محل

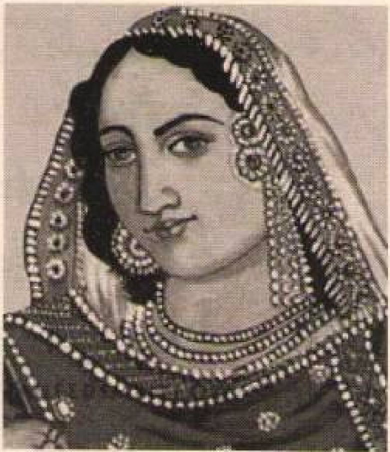

مسز نورالعین علی

ہندوستان کی پہلی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں لڑی گئی۔ انگریزوں کی غلامی سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کے لیے مَردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی میدانِ جنگ میں کوُد پڑیں۔ ہندوستان کی ان بہادر عورتوں میں بیگم حضرت محل بھی تھیں۔

بیگم حضرت محل اَوَدھ کے آخری نواب واجد علی شاہ کی بیگم تھیں۔ انگریز آہستہ آہستہ ہندوستانی ریاستوں پر قبضہ کرتے جا رہے تھے۔ ایسٹ اِنڈیا کمپنی کی حکومت نے واجد علی شاہ کو بھی تخت سے اُتار دیا۔ انھیں کولکتہ میں نظر بند کر دیا اور اَوَدھ پر پورا قبضہ کرلیا۔

اِس وقت اَوَدھ میں ایسے بلند حوصلہ لوگ بہت کم تھے جو کمپنی کے خلاف اُٹھتے اور بادشاہت کو واپس لانے کی ہمّت کرتے، مگر بیگم حضرت محل چُپکی نہ بیٹھ سکیں۔ اُنھوں نے اپنے بیٹے برجیس قدر کو تخت پر بٹھایا اور انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ مولوی احمد اللہ شاہ کی مدد سے بیگم حضرت محل نے گیارہ دِن کے اندر اندر اَودھ کو اپنے قبضے میں کرلیا۔

بیگم حضرت محل بہت ہی سرگرم خاتون تھیں۔ وہ جنگ کے مختلف مورچوں پر عام فوجیوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتی تھیں۔ ان کی ماتحتی میں اَودھ کی بہت

سی عورتیں مردانہ لباس پہن کر اور ہتھیار سجا کر جنگ کرتی تھیں۔ جنگ میں بیگم حضرت محل کی موجودگی کی وجہ سے آزادی کے متوالوں کا جوش بڑھتا گیا۔ اس طرح پونے دو برس تک اَودھ کی آزادی کی جنگ جاری رہی۔

انگریزی فوج کے جنرل اوٹرم نے پیغام بھجوایا کہ اگر بیگم جنگ روک کر معافی نامہ داخل کردیں تو کمپنی کی طرف سے برجیس قدر کی تخت نشینی پر غور کیا جائے گا۔ غیرت مند اور خوددار بیگم حضرت محل نے انگریزوں کی اس شرط کو ماننے سے انکار کردیا اور جنگ جاری رکھی۔ اسی زمانے میں انگلستان کی ملکۂ وکٹوریہ نے عام اعلان کیا کہ جو حکمراں اور فوجی رہنما معافی مانگ لیں گے ان کی جاں بخشی کی جائے گی۔ بیگم حضرت محل نے اپنے سپاہیوں کو جمع کر کے درد اور جوش سے بھری ایک تقریر کی اور کہا کہ ملکۂ وکٹوریہ کی بات سے دھوکے میں نہ آئیں۔ آزادی کی لڑائی جاری رکھیں۔

لیکن قسمت نے بیگم حضرت محل کا ساتھ نہ دیا۔ جنگِ آزادی کے سب رہنما ایک ایک کر کے یا تو مارے جا چکے تھے یا گرفتار ہو رہے تھے۔ ایسی حالت میں اکیلی بیگم حضرت محل کے لیے انگریزوں کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ اپنے کچھ وفادار ساتھیوں کو لے کر لکھنؤ سے نیپال کی طرف روانہ ہوگئیں۔ نیپال کے راجا نے انگریزوں کے خلاف بیگم کی مدد کرنے سے انکار کردیا۔ صرف اِتنا کیا کہ بیگم حضرت محل اور ان کے بیٹے برجیس قدر کو پناہ دے دی مگر بیگم کے ساتھیوں کو نیپال میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی۔ تھوڑے ہی دن میں وہ سب تِتر بِتر ہوگئے۔

بیگم حضرت محل کے لکھنؤ چھوڑتے ہی اَوَدھ پر انگریزوں کا پُورا قبضہ ہوگیا۔ جلد ہی انگریز سارے ہندوستان پر قابض ہوگئے۔ اس موقع پر بیگم حضرت محل کو بھی معافی کا پروانہ بھیجا گیا اور کہا گیا کہ وہ ہندوستان میں جہاں چاہیں رہ سکتی ہیں۔ لیکن جس وطن میں آزاد رہ کر زندگی گزاری تھی وہیں جا کر غلامی کی فضا میں سانس لینا بیگم حضرت محل نے پسند نہیں کیا۔ نیپال ہی میں گمنامی کی زندگی گزار کر انتقال کیا۔

نیپال کی راجدھانی کٹھمنڈو کے ایک ویران سے گوشے میں بیگم حضرت محل کی قبر آج بھی موجود ہے۔

مولوی احمد اللہ شاہ	–	۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے اوّلین شہیدوں میں سے ایک شہید تھے، انھوں نے اپنی خود مختار حکومت قائم کی تھی اور اپنے نام کا سکّہ بھی جاری کیا تھا۔
سرگرم	–	کام کرنے میں آگے آگے رہنے والا
تخت نشینی	–	تختِ سلطنت پر بٹھانا، حکومت سپرد کرنا
جاں بخشی کرنا	–	جان لینے کی سزا معاف کرنا
تتر بتر ہوجانا	–	الگ الگ ہوجانا، بکھر جانا
پروانہ	–	حکم نامہ

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ بیگم حضرت محل کون تھیں؟

۲۔ بیگم حضرت محل نے کس کے ساتھ مل کر اَوَدھ پر دوبارہ قبضہ کرلیا؟

۳۔ ملکۂ وکٹوریہ نے کیا اعلان کیا؟
۴۔ بیگم حضرت محل کہاں دفن ہیں؟

(ب) مختصر جواب لکھیے:

۱۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے واجد علی شاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
۲۔ انگریزوں کی کس شرط کو ماننے سے بیگم حضرت محل نے انکار کردیا؟
۳۔ بیگم حضرت محل لکھنؤ چھوڑ کر نیپال کیوں گئیں؟
۴۔ نیپال کے راجا نے بیگم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
۵۔ بیگم حضرت محل نے اپنے وطن لکھنؤ جانے سے کیوں اِنکار کیا؟

(ج) ایسی دو مثالیں دیجیے جن سے بیگم حضرت محل کی بہادری اور حُبّ الوطنی کا پتہ چلتا ہے۔

(د) درج ذیل الفاظ کو حروفِ تہجی کے مطابق ترتیب دیجیے:

غلامی ، نظر بند ، سرگرم ، غیرت مند ، جاں بخشی ، پروانہ ، گوشہ

❁ ذیل کا جملہ دیکھیے:

وہ میدانِ جنگ میں کوُد پڑیں۔

یہاں 'جنگ کا میدان' لکھنے کی بجائے میدان کے نیچے زیر کی علامت لگائی گئی پھر جنگ لکھا گیا۔ مطلب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ زیر کی علامت اس طرح استعمال ہو تو اسے 'زیرِ اضافت' کہتے ہیں۔ دوسری مثالیں دیکھیے:

شیرِ میسور - میسور کا شیر　　خاکِ ہند - ہند کی خاک
شامِ اَوَدھ - اودھ کی شام　　اہلِ محلّہ - محلّہ کے لوگ
صبحِ بنارس - بنارس کی صبح

۱۳۔ انسانی ہمدردی

سیّد معقول احمد ندیم

ایک اندھا اپنی لاٹھی ٹیکتا
تھا سڑک کو پار کرنا چاہتا
تھی سڑک پر کچھ زیادہ بھیڑ بھاڑ
گاڑیوں کی ہو رہی تھی چھیڑ چھاڑ
پار کرنا تھا بہت مشکل ، سڑک
چل رہی تھیں موٹریں ، کاریں ، ٹرک

دی صدا اندھے نے ، "رب کے واسطے
پار کروادو سڑک کوئی مجھے"
چل رہے تھے آدمی گو بے شمار
ایک نے بھی نہ سُنی اُس کی پکار
اس گھڑی پہنچا وہاں اک نوجواں
تھی شرافت اس کے چہرے سے عیاں

"آؤ بابا ، پار کروادوں سڑک
ہاتھ میرا تم پکڑ لو بے دھڑک"
پار اندھے کو کرایا خیر سے
دیں دعائیں خوب اندھے نے اسے
"یہ تو میرا فرض تھا پورا کیا"
کہہ کے اتنا نوجواں وہ چل دیا

جو کرے سب کی مدد انسان ہے
ورنہ وہ انساں نہیں حیوان ہے

عیاں – ظاہر
صدا – آواز
صدا دینا – یہاں مراد مدد مانگنا

خیر - بھلائی، نیکی

خیر سے - اچھی طرح سے

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ اندھا کیا چاہتا تھا؟

۲۔ اندھے نے کیا صدا دی؟

۳۔ سڑک پار کرنے پر اندھے نے کیا کِیا؟

(ب) مختصر جواب لکھیے:

۱۔ سڑک کو پار کرنا کیوں مشکل تھا؟

۲۔ نوجوان کی تعریف میں کیا کہا گیا ہے؟

۳۔ نوجوان نے اندھے کو کس طرح سڑک پار کرائی؟

۴۔ اندھے نے دعائیں دیں تو نوجوان نے کیا کہا؟

(ج) اس واقعے کو اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

۱۴۔ آخری بس

کرشن چندر

(کرشن چندر نے یہ افسانہ ساٹھ سال پہلے لکھا تھا۔ اس عرصے میں ممبئی میں بہت سی تبدیلیاں ہوگئی ہیں۔)

آخری بس ورسوا کے لیے تیار تھی۔ اس کے بعد کوئی بس نہیں جائے گی۔ اندھیری ریلوے اسٹیشن کے بس اسٹینڈ سے ورسوا تین میل دوٗر ہے۔ راستہ سنسان اور ویران نشیبوں میں سے ہوکر گزرتا ہے۔ سڑک کے کنارے بڑے بڑے ڈراؤنے جھاڑ ہیں جو چوری چکاری اور قتل وخون کے لیے عمدہ پناہ گاہوں کا کام دیتے ہیں۔ مسافر اکثر لوٹے جاتے ہیں۔

اس لیے میں گاڑی کے پلیٹ فارم پر پہنچتے ہی بھاگا اور جلدی سے آکے بس میں بیٹھ گیا۔ بس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ بس کنڈکٹر نے اندر آکر مسافروں کو گِنا۔ کہنے لگا "چار آدمی زیادہ ہیں، اُتر جائیں۔"

بہت سے آدمی ایک دم بول اُٹھے "جانے دو نا کنڈکٹر صاحب، آخری بس ہے۔ بے چارے پیدل کیسے جائیں گے؟"

بس کنڈکٹر نے مسکرا کر گھنٹی بجائی۔ ڈرائیور اِنجن اسٹارٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر تک انجن کے کھانسنے کی آواز آئی۔ اس کے بعد وہ بھی بند ہوگئی۔ ڈرائیور سیٹ سے اُتر کر انجن دیکھنے لگا۔

لوگوں کو گھر پہنچنے کی جلدی تھی، اس لیے وہ سب کنڈکٹر پر برس پڑے۔ کنڈکٹر کو بھی غصّہ آ گیا۔ بات بڑھتے بڑھتے جھگڑے تک پہنچ گئی۔

کنڈکٹر جا کر ایک انسپکٹر اور تین سپاہیوں کو لے آیا۔ بولا، "اب میں زیادہ مسافروں کو نہیں لے جاؤں گا۔"

پولیس والوں کو دیکھ کر لوگوں کو سانپ سونگھ گیا۔ کنڈکٹر لیٹ آنے والے مسافروں کو بس سے اُتارنے لگا۔ پولیس کی موجودگی میں کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ کنڈکٹر سے کچھ کہہ سکے۔

کنڈکٹر سب کو بس سے اُتارنے کے بعد اب اُس بڑھیا کی طرف بڑھا جو ایک نائٹ اسکول میں غریب اُستانی تھی اور سب سے آخر میں بس میں پہنچی تھی۔ اس کے پاس ہمیشہ ایک بڑا تھیلا ہوتا جس میں آلو، ٹماٹر، پیاز اور دوسری سبزی ترکاریاں بھری ہوتیں۔ وہ بیوہ تھی اور ہمیشہ سفید کپڑے پہنتی تھی جن میں اکثر پیوند لگے ہوتے تھے۔

بس کنڈکٹر نے اس سے کہا، "تم بھی اُتر جاؤ۔"

"میں اس وقت کہاں جاؤں گی۔ کیسے گھر پہنچوں گی۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا، "میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ میونسپلٹی کا حکم ہے۔"

"مگر بچّہ، میں تین میل پیدل کیسے جا سکتی ہوں۔ رات کے بارہ بجے ہیں۔ مجھے بس سے مت اُتارو۔ میں تمھارے پاؤں پکڑتی ہوں۔"

وہ پولیس انسپکٹر کے پاؤں چھونے لگی۔

انسپکٹر نے جلدی سے پاؤں پرے ہٹاتے ہوئے کہا، "میں مجبور ہوں۔ کچھ نہیں کر سکتا۔ کنڈکٹر نے شکایت کی ہے۔ میں زیادہ آدمیوں کو اس میں سوار نہیں ہونے دوں گا۔ تم نیچے اُتر جاؤ۔"

"بھگوان کے لیے مجھے جانے دو۔" بڑھیا گڑگڑانے لگی۔ "میں دس بجے نائٹ اسکول سے فارغ ہوتی ہوں۔ گیارہ بجے یہاں پہنچتی ہوں۔ ابھی گھر جا کے کھانا بناؤں گی۔ ایک بیوہ پر ترس کھاؤ۔" بڑھیا رونے لگی۔

پولیس انسپکٹر نے بس میں بیٹھے ہوئے آدمیوں کی طرف دیکھ کے کہا، "اگر آپ میں سے کوئی ایک آدمی اُتر جائے اور اس عورت کو اپنی سیٹ دے دے تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

کوئی اپنی سیٹ سے نہیں ہلا۔ سب لوگ بڑے اطمینان سے بیٹھے رہے اور کھڑکیوں سے باہر دیکھنے لگے۔

پولیس انسپکٹر نے بڑھیا سے کہا، "کوئی نہیں اُٹھا۔ تمھیں نیچے اُترنا پڑے گا۔" بوڑھی نے سسکیاں لیتے لیتے اپنے جھولے کو سنبھالا، بے رحم مسافروں کی طرف دیکھا اور پھر مُڑ کر آہستہ آہستہ بس کے باہر جانے لگی۔

یکا یک ایک نیلی وردی والا، میلے کچیلے تیل کے دھبّوں والا، اِنجن میں کوئلہ جھونکنے والا مزدور اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اپاہج تھا۔ اس نے آہستہ سے بوڑھی اُستانی کو روک کر کہا "تم اس سیٹ پر بیٹھو۔ میں اُتر جاتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر اس نے قہر آلود نگاہ سے بس میں بیٹھے ہوئے خوش پوش آدمیوں

یکایک مجھے محسوس ہوا، جیسے یہ بس آگے نہیں پیچھے چل رہی ہے اور وہ مزدور ہم سے کہیں بہت دُور آگے جا رہا ہے۔

نشیب	-	زمین کا اُتار، ڈھلان
پناہ گاہ	-	چھپنے کی جگہ
سانپ سونگھ جانا	-	خاموش ہو جانا
پیوند	-	جوڑ
پرے	-	دُور
فارِغ ہونا	-	کام سے فرصت پانا
قہر آلود نگاہ	-	غصّہ بھری نظر
سونٹی	-	ڈنڈا، عصا
بید زدہ	-	چھڑی کی مار کھایا ہوا

کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا اور خاموشی سے لنگڑاتا ہوا، اپنی سونٹی کا سہارا لیتا ہوا نیچے اُتر گیا۔

شاید وہ نیچے نہیں اُترا تھا۔ اس نے بہت سے لوگوں کو ان کے ضمیر کی سیڑھی

سے نیچے اُتار دیا تھا۔ سب چپ تھے۔ بس میں کوئی نہیں بول رہا تھا۔ پولیس والے چلے گئے تو ڈرائیور نے بس اسٹارٹ کی۔

بس موڑ پر سے گزری تو لنگڑاتے ہوئے مزدور کو پیچھے چھوڑ گئی۔ کھڑکی سے باہر دیکھنے والے لوگوں

(ب) مختصر جواب لکھیے :

۱۔ لوگ کنڈکٹر سے کس بات پر جھگڑنے لگے؟

۲۔ بوڑھی عورت نے کس طرح پولیس انسپکٹر کی خوشامد کی؟

۳۔ پولیس انسپکٹر کس بات کے لیے راضی ہوگیا؟

۴۔ مزدور کا حلیہ بیان کیجیے۔

(ج) جملوں میں استعمال کیجیے :

سانپ سونگھ جانا ، کھچا کھچ ، پناہ گاہ

(د) بس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے سوائے اپاہج مزدور کے کوئی بھی بوڑھی عورت کی مدد کے لیے تیار نہیں ہوا۔ اس اپاہج مزدور اور دوسرے لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مختصراً لکھیے۔

(ہ) تفصیل سے سمجھائیے:

۱۔ جب پولیس انسپکٹر نے لوگوں سے کہا کہ اگر آپ میں سے کوئی اُتر جائے اور اس عورت کو اپنی سیٹ دے دے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ تو یہ سن کر لوگ باہر کیوں دیکھنے لگے؟

۲۔ جب بوڑھی عورت کو اپنی سیٹ دے کر مزدور اُتر گیا اور بس اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی تو یکا یک لوگوں نے اپنے چہرے اندر کیوں کر لیے؟

۳۔ مصنف کو ایسا کیوں محسوس ہوا جیسے یہ بس آگے نہیں پیچھے چل رہی ہے اور وہ مزدور ہم سے کہیں بہت دور آگے جا رہا ہے۔

(و) مزدور کے شریفانہ اور انسانیت سے بھرپور سلوک کو دیکھ کر بس میں بیٹھے ہوئے دوسرے خود غرض لوگوں کو جو شرمندگی ہوئی اسے مصنف نے جن الفاظ میں بیان

کیا ہے، وہ جملے اپنی بیاض میں نقل کیجیے۔

(ز) نیچے دیے ہوئے لفظوں کے معنی لغت میں دیکھ کر اپنی بیاض میں لکھیے :

بیوہ ، اپاہج ، خوش پوش ، ضرب

(ح) نیچے جملوں کی چند جوڑیاں دی ہوئی ہیں۔ ہر ایک جوڑی میں پہلے جملے کو دیکھ کر دوسرا جملہ مکمل کیجیے :

مثال : (الف) لڑکی دوڑتی ہوئی آئی۔

(ب) لڑکیاں ....۔ (لڑکیاں دوڑتی ہوئی آئیں۔)

۱۔ میری بہن جالنہ گئی ہے۔

میری بہنیں ....

۲۔ وہ عورت آئندہ ہفتے دہلی جائے گی۔

وہ عورتیں ....

۳۔ میں انھیں الگ سے خط لکھوں گی۔

ہم ....

☆ یہ جملے غور سے پڑھیے :

۱۔ گارڈ نے جھنڈی دِکھائی۔

۲۔ ملازم نے گھنٹی بجائی۔

پہلے جملے میں 'گارڈ' فاعل ہے۔ 'جھنڈی' مفعول اور 'دِکھائی' فعل۔ دوسرے جملے میں 'ملازم' فاعل ہے۔ 'گھنٹی' مفعول اور 'بجائی' فعل۔

✿ اب ان جملوں کو دیکھیے :

گھنٹی بجائی گئی۔

جھنڈی دِکھائی گئی۔

ان جملوں میں 'بجائی گئی' فعل ہے اور لفظ 'گھنٹی' جو اصل میں مفعول ہے اس جملے میں فاعل کی جگہ آیا ہے۔

جملے میں ایسا فعل جس کا فاعل معلوم نہ ہو **'فعلِ مجہول'** کہلاتا ہے۔

اب ان جملوں پر غور کیجیے :

الف	ب
بچّے نے آم کھایا۔	آم کھایا گیا۔
احمد نے خط لکھا۔	خط لکھا گیا۔
اکبر نے سانپ مارا۔	سانپ مارا گیا۔

ستون 'الف' کے سب جملوں میں فاعل کام کر رہا ہے اور مفعول پر کام واقع ہو رہا ہے۔ ان جملوں میں جو فعل ہے وہ **'فعلِ معروف'** کہلاتا ہے۔

ستون 'ب' کے جملوں میں فاعل نہیں ہے۔ اس کی جگہ مفعول لکھا گیا ہے جس پر کام واقع ہو رہا ہے۔ ان جملوں میں جو فعل ہے اسے **'فعلِ مجہول'** کہتے ہیں۔

انگریزی میں فعلِ مجہول جو Passive Voice کہلاتا ہے اس میں فاعل سے پہلے by لکھا جاتا ہے۔ اُردو میں فعلِ مجہول والے جملوں میں فاعل کا ذکر نہیں کیا جاتا، اس لیے فعلِ مجہول کو فعلِ معروف میں تبدیل کرتے وقت فاعل بڑھا دیتے ہیں جیسے 'فرش بچھایا گیا' میں 'بچھایا گیا' فعلِ مجہول ہے۔ اس کو اس طرح بدلیے 'اس نے فرش بچھایا' یا 'ملازم نے فرش بچھایا'۔

☆ اشاروں کی مدد سے کہانی لکھنے کی مشق کے لیے استاد کسی مختصر کہانی کے اشارات دے کر طلبہ سے کہانی لکھوائے۔

۱۵۔ نیشنل ڈیفنس اکیڈمی

بشیر احمد انصاری

شہر پونہ کے قریب کھڑک واسلہ کی پہاڑیوں میں ہمارے ملک کا ایک عظیم ادارہ ہے، جسے نیشنل ڈیفنس اکیڈمی (NDA) کہتے ہیں۔ یہاں فوجی افسر بننے کے لیے داخل ہونے والے طلبہ کی تربیت ہوتی ہے۔ اس ادارے کا سنگِ بنیاد ہمارے پہلے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۹۴۹ء میں رکھا تھا۔ اس موقع پر انھوں نے کہا تھا "ہم ایک عظیم یادگار تعمیر کر رہے ہیں۔"

واقعی ایسا ہی ہوا۔ چند برسوں میں پہاڑی جھاڑیوں کے بیچ میں ایک چھوٹا سا خوب صورت شہر وجود میں آ گیا جس میں دفاتر، تربیتی کلاس روم، تجربہ گاہیں، گھڑ سواری کے میدان، سوئمنگ پول، کتب خانہ، پریڈ گراؤنڈ، کیڈٹ طلبہ کے ہوسٹل، افسروں کے رہائشی بنگلے، ملازمین کے کوارٹر اور بازار ہیں۔ سب عمارتیں

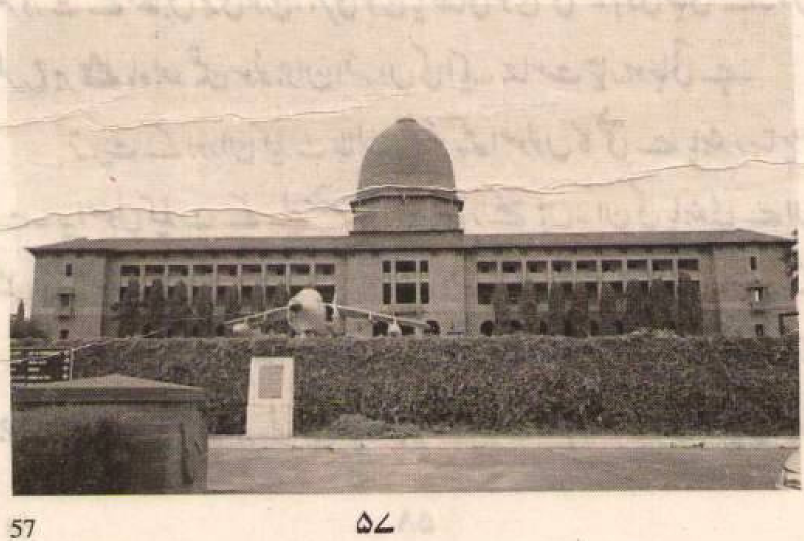

بہت سلیقے سے بنی ہوئی ہیں۔ یہاں کی ایک عمارت سوڈان بلاک کہلاتی ہے۔ دؤسری جنگِ عظیم میں ہندوستانی سپاہیوں نے سوڈان کی حفاظت کی تھی۔ شکریہ کے طور پر سوڈان نے ایک لاکھ پونڈ تحفے میں دیے۔ اسی رقم سے یہ عمارت بنائی گئی۔

این ڈی اے میں داخلہ مشکل ضرؤر ہے لیکن ناممکن نہیں۔ فوجی افسر بننے کے لیے لیاقت، ہمّت اور محنت ضرؤری ہے۔ ہر چھ ماہ بعد نئی جماعت شرؤع ہوتی ہے۔ پؤرا کورس چھ ٹرم یعنی تین سال کا ہوتا ہے۔ داخلہ کے لیے بارھویں پاس ہونا ضرؤری ہے۔ داخلے سے پہلے طلبہ کی ذہانت اور صحت کی پؤری جانچ ہوتی ہے۔ تحریری امتحان لیا جاتا ہے اور آخر میں انٹرویو ہوتا ہے۔

تربیت کے لیے جن اُمیدواروں کا انتخاب ہوتا ہے ان کو رہائش، طعام، لباس وغیرہ ہر قسم کی سہولت دی جاتی ہے۔ پانچ ٹرم تک تمام کیڈٹ طلبہ ایک ہی طرح کی فوجی تربیت پاتے ہیں۔ چھٹی ٹرم میں کیڈٹ کو اس کی خواہش اور ملک کی ضرؤرت کے مطابق برّی فوج، بحری فوج یا فضائی فوج کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح ہر چھے ماہ بعد تین سو نوجوان افسروں کی ایک جماعت تیار ہو جاتی ہے۔

تربیت کے دوران کیڈٹ طالب علم کو کچھ اصولوں کا سختی سے پابند رہنا پڑتا ہے۔ یہ اصول کیڈٹ کے لیے 'قسم' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی پابندی سے ان

سنگ	-	پتّھر
سنگِ بنیاد	-	بنیاد کا پتّھر
عظیم	-	بڑا
شہر وجود میں آ گیا	-	شہر بس گیا
رہائش	-	رہنا
جماعت	-	یہاں مراد Batch
تحریر	-	لکھاوٹ
طعام	-	کھانا، غذا
برّی فوج	-	آرمی
بحری فوج	-	نیوی
فضائی فوج	-	ایئر فورس
وقار	-	عزّت، مرتبہ
جماعت	-	یہاں مراد Batch

مشق

(الف) دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے:

۱۔ ادارہ نیشنل ڈیفنس اکیڈمی کس لیے قائم کیا گیا؟

۲۔ اکیڈمی کی ایک عمارت کا نام سوڈان بلاک کیوں رکھا گیا؟

۳۔ این ڈی اے میں داخلے کے لیے کس قابلیت کا ہونا ضروری ہے؟

۴۔ فوجی افسر بننے کی تربیت کی مدّت کیا ہوتی ہے؟

۵۔ فوجی افسر میں کون سی خوبیاں ہوتی ہیں؟

۶۔ الوداعی پریڈ کسے کہتے ہیں؟

(ب) ذیل کے ادھورے فقرے قوسین میں دیے ہوئے مناسب لفظ کی مدد سے پورے کیجیے۔

(رنگ، دنگ ، جنگ ، سنگ، زنگ ، پتنگ ، سرنگ ، اُمنگ)

پتھر کو کہیں ....

مرچ کا لال ....

لوہے کو لگا ....

اُڑنے لگی ....

رکھتے ہیں یہ ....

ہونے نہ دیں گے ....

کھودی گئی ....

دیکھا تو ہوئے ....

☆ ذیل کے جملے دیکھیے:

۱۔ بیگم حضرت محل ایک سپاہی کی طرح میدانِ جنگ میں کود پڑیں۔

۲۔ اس کے دانت موتی جیسے ہیں۔

۳۔ میرا وطن ایک گلستاں کی مانند ہے۔

ان جملوں میں بیگم حضرت محل کو سپاہی، دانت کو موتی، وطن کو گلستاں کے جیسا کہا گیا ہے۔

کسی چیز یا شخص کو کسی خصوصیت کی بنا پر کسی دوسری چیز یا شخص کے جیسا بتانے کو

۱۶۔ پرندے کی فریاد

علامہ اقبال

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ

'تشبیہ' کہتے ہیں۔ جن لفظوں کی مدد سے تشبیہ دی جاتی ہے ان کو 'حروفِ تشبیہ' کہتے ہیں۔ مثلاً کی طرح، جیسے، مانند وغیرہ۔

? **بتایئے کہ ذیل کے مصرعے یا جملے میں کس کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے۔**

۱۔ زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری۔

۲۔ بادل ایسے ہیں گویا روئی کے گالے ہوں۔

۳۔ خالد، شیر کی طرح بہادر ہے۔

☆ **اب یہ جملے دیکھیے:**

۱۔ بچّے خدا کے باغ کے پھول ہیں۔

۲۔ کتاب، انسان کی بہترین ساتھی ہے۔

۳۔ احمد شیر ہے۔

ان جملوں میں بچّے کو پھول، کتاب کو ساتھی اور احمد کو شیر کہا گیا ہے۔

ایک چیز کو کسی خوبی یا خاصیت کی وجہ سے دوسری چیز کہنا 'استعارہ' کہلاتا ہے۔

ان میں تشبیہ کے حرُوف استعمال نہیں ہوتے۔

? **ذیل کے مصرعے یا جملے میں استعارہ پہچانیے:**

۱۔ میرے ہاتھ برف ہو رہے ہیں۔

۲۔ میرا بیٹا چاند ہے میرے لیے۔

۳۔ آغا حشر اُردو کے شیکسپیئر ہیں۔

قسمت - نصیب، تقدیر

دُکھڑا - درد بھری کہانی، شکایت، شکوہ

قفس - پنجرہ، قید

مشق

(الف) ایک جملے میں جواب لکھیے :

۱۔ یہ نظم کس شاعر کی لکھی ہوئی ہے؟

۲۔ نظم میں کون فریاد کر رہا ہے؟

۳۔ پرندے کو قفس میں کس بات کا ڈر ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیے :

۱۔ پرندے کو گزرے ہوئے زمانے کی کون سی باتیں یاد آ رہی ہیں؟

۲۔ پرندے کو کیا غم ہے؟

۳۔ چمن چھوٹنے پر پرندے کا کیا حال ہے؟

۴۔ پرندہ کیا فریاد کر رہا ہے؟

(ج) اس نظم کے جو اشعار آپ کو پسند آئے انھیں خوش خط لکھیے۔

(د) ذیل کے جملوں میں نظم سے مطابقت رکھنے والے جملوں کے آگے ✓ کا نشان اور مطابقت نہ رکھنے والے جملوں کے آگے × نشان لگائیے۔

۱۔ پرندے کو گزرا ہوا زمانہ یاد نہیں آتا۔ (............)

۲۔ قید میں پرندے کو گھونسلے کی آزادیاں حاصل ہیں۔ (............)

۳۔ پرندہ گھر کو ترس رہا ہے۔ (............)

۴۔ بہار میں پھولوں کی کلیاں ہنس رہی ہیں۔ (............)

طبع اوّل : 2009

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل،
پونہ-۴۱۱۰۰۴
نئے نصاب کے مطابق مجلسِ ادارت (مہمان ارا کین) نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

مجلسِ ادارت :

- بشیر احمد انصاری
- شیخ قاسم رضا
- محمد حسن فاروقی
- ڈاکٹر مدحت الاختر
- خان نوید الحق انعام الحق (ممبر سیکریٹری)

Co-ordinator	:	Khan Navedul Haque Inamul Haque Special Officer for Urdu
Artist	:	Mr. Rajendra Girdhari
Cover	:	Mr. Sayyed Asif Nisar
D.T.P. & Layout	:	Madni Graphics, 305-Somwar Peth, Pune - 411 011
Production	:	Shri Sachidanand Aphale (Chief Prod. Officer) Shri Sanjay Kamble (Production Officer) Shri Sandip Ajgaonkar (Production Assistant)
Paper	:	70 GSM Creamwove
Print Order	:	N/Tech/2009-10 (Qty.10,000)
Printer	:	Shree Mahalaxmi Calendar Co., Mumbai-400 072.
Publisher	:	Shri Vivek Uttam Gosavi **Controller,** M.S. Bureau of Textbook Production, Prabhadevi, Mumbai - 400 025

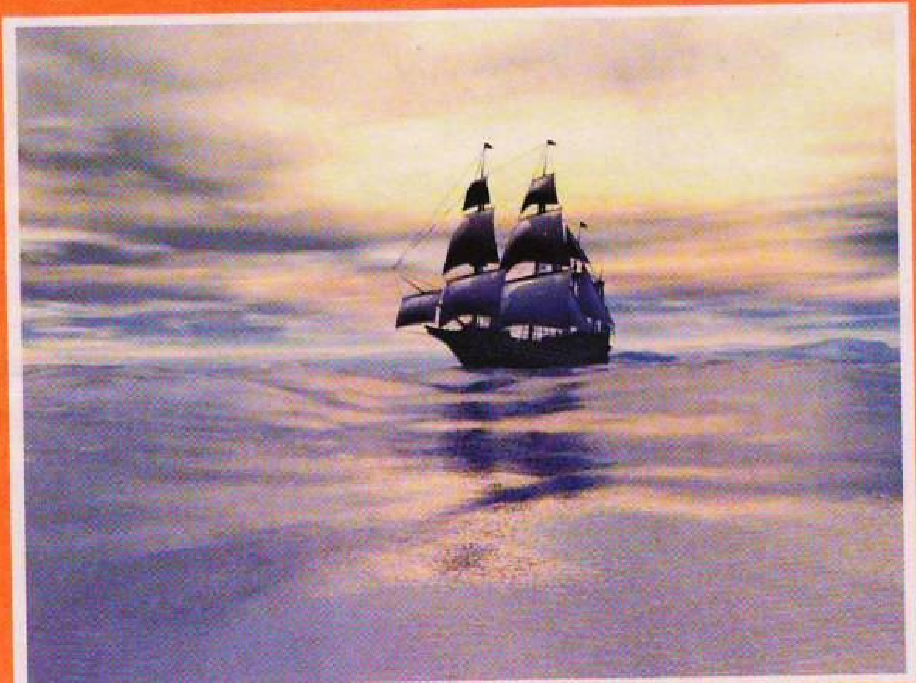

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

Rs.15.00

तारुफे उर्दु इ. ८ वी